مناقب

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

(از)

حضرت مولانا مولوی حاجی مفتی محمد عبد المتین صاحب وردی سہسرامی بہاری
مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب

مناقب

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

جس میں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ تابعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی
عمدہ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں

از تالیفات

عالم اجل فاضل اکمل حضرت مولانا حاجی مفتی محمد عبد المتین صاحب سہودی بہاری
مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف

مطبوعہ
آزاد پریس - سبزی باغ - پٹنہ

جلد اول سنہ ۱۳ ھ قیمت

عرضِ حال

موجودہ دور آزادی میں جبکہ بدعقیدگی کا یہ حال ہو رہا ہے کہ آئے دن نیا مذہب نیا دین نئے فتنے پیدا ہو رہے ہیں اور بہتیرے مسلمان گمراہ و بدعقیدہ ہو رہے ہیں اور بزرگان دین و اولیائے کرام کی شان میں گستاخی اور علمائے ربانی کے ساتھ بدگمانی اور بدتمیزی و بدگوئی کرنے لگے ہیں اور بعض نادان و متعصب حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایسی باتیں استعمال کر دیتے ہیں جن کا استعمال کرنا بے ادبی ہی نہیں بلکہ بڑا جرم ہے کیونکہ آپ کی بزرگی کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے علم و فضل کے متعلق پیشین گوئی آپ کے پیدا ہونے کے بہت قبل فرما دی تھی۔

بدیں وجہ مجھے بار بار یہ خیال ہوتا رہا کہ سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبے کے جاننے کیلئے آپ کی سوانح عمری مختصر طور پر قوم کے سامنے پیش کر دوں مگر میری کیا طاقت کہ آپ کی سوانح حیات کو قلم بند کر سکوں۔ لیکن صرف اس خیال سے کہ آپ کا ذکر باعث خیر و برکت و نزول رحمت ہے۔ آپ کے مختصر حالات اور علمی و عملی مناقب و فضائل کو محمد بن یوسف بن علی دمشقی کی عقود الجمان سے اور علامہ حافظ ابن حجر مکی شارح بخاری کی کتاب الخیرات الحسان سے اور مقدمہ ہدایہ و مقدمہ شامی سے نقل کر کے قلم بند کرتا ہوں تاکہ عوام آپ کے مرتبہ کو پہچانیں اور آپ کے اقوال و افعال کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور ہدایت حاصل کریں۔

محمد عبد المتین سہروردی ابہاری حنفی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الصلوٰۃ وسیلۃ لھدایۃ المؤمنین وصیرھا
طریقۃ لاحیاء سنن سید المرسلین والصلوٰۃ والسلام
علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۰

جبکہ سرکار دوعالم فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل جلالہ کی شان میں یہ فرمایا کہ ما عرفناک حق معرفتک تو پھر کسی انسان کی کیا مجال کہ اس خالق بے مثال کی حمد وثنا میں اپنی زبان کھول سکے۔ اور جبکہ بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء وفضلاء سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفات عالیہ کے رقم کرنے میں اپنی عاجزی کا اقرار کیا تو پھر کس کی طاقت وقدرت ہے کہ آپ کی صفات عالیہ کو کما حقہ بیان کرسکے۔

اور اس ناچیز کی کیا طاقت کہ مظہر علوم ربانی امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفی تابعی کی مدح کرسکے لیکن صرف اس خیال سے کہ آپ کا ذکر باعث خیر وبرکت اور موجب نزول رحمت ہے کچھ مختصر حالات قلم بند کرتا ہوں۔

مدح حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح

خدا کا پیارا ہمارا رہبر امام اعظم ابو حنیفہ رح
سپہر دینِ نبی کا اختر امام اعظم ابو حنیفہ رح

خدا کے بندوں پہ حصر کیا ہے نہ دیکھا چشمِ فلک نے اب تک
تمہارا ثانی تمہارا ہمسر امام اعظم ابو حنیفہ رح

جہاں میں ایسا ملا کہاں کب کسی کو رتبہ جو پایا تم نے
تمہارے اندر ہیں لاکھوں جوہر امام اعظم ابو حنیفہ رح

تمہیں نے چمکایا ماہِ دیں کو تمہیں سے چمکا ہے مہرِ دیں بھی
ہو چرخ دیں کے تمہیں تو محور امام اعظم ابو حنیفہ رح

قسم ہے دور قمر میں شہرہ تیری فصاحت کا چار سو ہے
تیری فضیلت کا ذکر گھر گھر امام اعظم ابو حنیفہ رح

امام مالک رح امام حنبل رح بخاری و شافعی مقرر
مثال انجم ہیں تو ہے خاور امام اعظم ابو حنیفہ رح

تیری بدولت ہوا منور رسولِ اکرم کا دین ایسا
ہے چشم خورشید دہر ششدر امام اعظم ابو حنیفہ رح

کلام حق کے سمجھنے والے حدیث قدسی کے نکتہ داں ہو
خدا کی رحمت مدام تم پر امام اعظم ابو حنیفہ رح

تمہارے تلمیذ تھے محمدؒ تمہارے تلمیذ قاضی یوسفؒ
تمہارے فن سے تھی دنیا شستہ امام اعظم ابو حنیفہ
تھے نازاں سُفیان ثوری تم پر ہے دین احمد کو ناز تم پر
ضیائے دیں تم سے پھیلی گھر گھر امام اعظم ابو حنیفہؒ
خدا بھی خوش ہیں رسول بھی خوش یہاں بھی عزت وہاں بھی عزت
اماموں کے بھی تمہیں ہو سرور امام اعظم ابو حنیفہؒ
ہماری بھی التجا ہے تھوڑی تمدارا سنئے خدارا سنئے
ہمیں بھلائیں نہ روز محشر امام اعظم ابو حنیفہؒ

پیشین گوئی

حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارتیں پیشین گوئیاں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے متعلق فرمائی ہیں وہ یہ ہیں :۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر علم ثریا ستارہ کے پاس بھی ہو تو اہل فارس کے کچھ مرد اس کو ضرور لیتے۔ (مسلم۔ بخاری)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر علم ثریا کے پاس بھی لٹکا ہوا ہوتا تو کچھ مرد فارس کے اس کو ضرور لیتے (ابو نعیم)

(۳) حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر علم ثریا کے پاس بھی لٹکا ہوا ہوتا تو کچھ مرد فارس کے اس کو ضرور لیتے۔ (شیرازی)

(۴) حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر علم ثریا کے پاس لٹکا ہوا ہوگا اور عرب کے لوگ اس کو نہیں لیں گے تو فارس کے کچھ مرد اس کو ضرور لیں گے۔ (طبرانی)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ضرور فارس کا ایک مرد اس کو وہاں سے لے آتا۔ (مسلم شریف)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر دین اسلام ثریا کے پاس لٹکا ہوا ہوتا تو فارس کا ایک مرد وہاں جا کر اس کو لے آتا۔ (مسلم، بخاری)

مذکورہ بالا حدیثوں کے متعلق علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں اور ان میں مرد فارس سے مراد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان میں بشارت ہے خاص حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اور ان میں اشارہ ہے ان کی فضیلت کی طرف۔

اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ کے شاگرد علامہ شامی نے کہا کہ ہمارے شیخ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ مرد فارس سے مراد حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ

ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ فارس کا کوئی شخص علم میں ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچا۔

(۸) علامہ حافظ ابن حجر مکی شارح بخاری نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا کی زینت سنہ ۱۵۰ھ میں اٹھ جائے گی۔ (مقدمہ شامی۔ مقدمہ ہدایہ)

اس حدیث سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علوِ شان و مرتبت کا پتہ چلتا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں علامہ شمس الائمہ کردری نے فرمایا ہے کہ یہ محمول ہے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اس لئے مراد یہی ہیں کیونکہ ان کا وصال سنہ ۱۵۰ھ میں ہوا ہے۔

ائمہ کے اقوال

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بڑے بڑے علماء اور اماموں کے اقوال یہ ہیں:-

(۱) حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حضرت مالکؒ سے کہا گیا کہ آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا تھا۔ کہا ہاں میں نے دیکھا تھا۔ وہ ایسے بزرگ تھے کہ اگر وہ اس ستون کے بارے میں کہہ دیتے کہ سونا ہو جا تو ضرور سونا ہو جاتا۔ (تعالیق الانوار)

(۲) خود حضرت امام شافعی سے منقول ہے کہ لوگ علم فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ جو شخص علم فقہ سیکھنا چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کی صحبت اختیار کرے۔ (تعالیق الانوار)

(۳) حضرت ابن عیینہ نے کہا کہ میری آنکھوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ایسا آدمی نہیں دیکھا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ امام اعظم صاحب لوگوں میں بڑے فقیہ تھے۔ میں نے کسی کو آپ سے بڑا فقیہ نہیں پایا۔

(۵) حضرت امام احمد حنبل کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زہد تقویٰ ایثار میں ایسے رتبہ کے تھے کہ کوئی دوسرا اس زمانہ میں ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچا۔

(۶) حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک دن حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے امام صاحب کی تعریف کی اور کہا کہ قسم خدا کی وہ بہت بڑے عالم ہیں۔ وہ صحیح حدیثوں کے سوا کو لینا حلال نہیں جانتے ہیں۔ اور ناسخ و منسوخ حدیث کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

(۷) حضرت امام اوزاعی کو پہلے امام صاحب کے متعلق کچھ غلط خبریں پہنچی تھیں تو وہ امام صاحب سے بدظن تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ امام اوزاعی نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ وہ کون شخص ہے جو کوفہ میں ظاہر ہوا ہے جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے

ان کو امام صاحب کے چند مشکل مسئلے دکھائے۔ جب امام اوزاعی نے
ان مسائل کو نعمان بن ثابت کی طرف منسوب پایا تو بولے یہ کون شخص ہیں
کہا یہ ایک شیخ ہیں۔ ان سے میں عراق میں ملا ہوں۔ وہ بولے کہ یہ بہت
تیز طبع مشائخ میں سے ہیں۔ ان سے بہت سے مسائل لکھ لو۔ حضرت
عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ یہ وہی امام ابوحنیفہ ہیں جن سے آپ ناخوش
تھے۔ اس کے بعد امام اوزاعی مکہ معظمہ میں امام صاحب سے ملے اور
ان مسائل میں گفتگو کی۔ امام صاحب نے ان مسائل کو اس سے زیادہ
واضح کرکے بیان فرمایا جس قدر عبداللہ بن مبارکؒ نے بیان کیا تھا۔
پھر جب امام اوزاعی سے حضرت عبداللہ بن مبارک ملے تو امام اوزاعی
نے کہا کہ امام صاحب کے کثرت علم و کمال عقل پر میں رشک کرتا ہوں اور
میں اپنے سابق خیال پر استغفار کرتا ہوں۔ میں کھلی غلطی پر تھا۔

(۸) حضرت ابن جریج کے نزدیک ایک دن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
کا تذکرہ ہوا۔ تو وہ بولے وہ ضرور بڑے فقیہ ہیں وہ ضرور بڑے فقیہ
ہیں۔ وہ ضرور بڑے فقیہ ہیں۔

(۹) یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں کہ میں نے کسی کی رائے امام اعظم ابوحنیفہؒ
کی رائے سے بہتر نہ پائی۔

(۱۰) عیسیٰ بن یونس نے کہا کہ جو شخص امام ابوحنیفہ کی شان میں بے ادبی و شوخی
کرے تم ہرگز اس کو سچ نہ مانو۔ قسم خدا کی میں نے کسی کو ان سے زیادہ افضل اور

فقیہ نہیں پایا۔

(۱۱) حضرت یحییٰ بن معین سے کسی نے امام ابوحنیفہ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیسے ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔ کسی نے اُن کو ضعیف نہیں کہا۔

(۱۲) حافظ محمد بن میمون فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں اُن سے بڑھ کر نہ کوئی عالم تھا نہ کوئی پرہیزگار، نہ زاہد نہ عارف نہ فقیہ۔ واللہ مجھے لاکھ اشرفیاں اس قدر محبوب نہیں ہیں جس قدر امام ابوحنیفہ سے حدیث سن کر خوش ہوتا ہوں۔

(۱۳) حضرت اسد بن حکیم کہتے ہیں کہ سوائے جاہل کے کوئی شخص امام ابوحنیفہ کی بدگوئی نہیں کرتا۔

(۱۴) حضرت داؤد طائی کے نزدیک ایک مرتبہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ ہوا تو وہ بولے کہ وہ ایک ستارہ ہیں جن سے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

(۱۵) حضرت نضر بن سہیل فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ سے سوئے ہوئے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے لوگوں کو جگایا۔

(۱۶) حضرت امام ابوداؤد نے فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ امام تھے حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ دین میں سب لوگوں سے زیادہ سمجھ رکھتے تھے اور تھے امام صاحب عالم پرہیزگار عاقل عابد بڑے شان والے نہیں قبول فرماتے تھے بادشاہوں کا تحفہ۔ بلکہ خود

کماتے تھے اور تجارت کرتے تھے۔

(۱۷) اور حضرت ابراہیم بن عکرمہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ فقیہ و پرہیزگار میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

(۱۸) شامی میں حضرت ابن عبدالبر سے منقول ہے کہ حضرت امام اعظم کے متعلق کوئی بُری بات نہ بولو اور جو کوئی اُن کے متعلق بُری بات بولے اس کو صحیح نہ مانو۔ قسم خدا کی میں نے کسی کو ان سے بڑھ کر فقیہ اور پرہیزگار اور افضل نہیں پایا۔

(۱۹) حافظ ابن حجر شارح بخاری فرماتے ہیں کہ بعض اماموں نے بیان کیا ہے کہ جس قدر علمی شہرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کی ہوئی ہے کسی کی بھی نہ ہوئی اور جس قدر فائدہ لوگوں نے ان کے علم سے اُٹھایا کسی کے علم سے نہ اٹھایا۔

(۲۰) درمختار اور شامی میں ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مناقب کے لئے یہ کافی ہے کہ ان کا مذہب جس قدر مشہور ہو کر ہر طرف پھیلا کسی کا مذہب نہیں پھیلا۔ ان کا مذہب عام بلاد اسلام میں پھیلا۔ بلکہ بہت سے اقالیم و بلاد میں ان کے مذہب کے سوا دوسرے کا مذہب پھیلا ہی نہیں۔ جیسے ملک روم، ہند، سندھ، ماوراء النہر، سمرقند وغیرہ ان کے مذہب کو چار ہزار عالموں نے پھیلایا۔

(۲۱) شامی میں ہے کہ اسمٰعیل بن ابی رجانے بیان کیا کہ میں نے

امام محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا تو ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ اس کے جواب میں کہا کہ مجھ کو بخش دیا۔ میں نے کہا کہ امام ابو یوسف کہاں ہیں۔ کہا کہ ہم سے دو درجہ اوپر ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کہاں ہیں۔ کہا ان کا کیا پوچھنا۔ وہ اعلیٰ علیین میں آرام فرمارہے ہیں۔

مذکورہ بالا علماء و فقہاء و محدثین و ائمہ عظام کے اقوال سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ سیدنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی بہت بڑی تھی۔ آپ بہت بڑے عالم عابد زاہد مجتہد و فقیہ تھے۔ امت مرحومہ کے پیشوا اور مقتدائے دین و ایمان تھے۔ ان کی بزرگی و دین داری و خدا پرستی و تبحر علمی پر امت محمدیہ متفق ہے۔ ان پر تعصباً و عناداً طعنہ زنی کرنی اور ان کی شان میں بے ادبی کے کلمات کو استعمال کرنا اپنے دین و ایمان کو خراب و برباد کرنا ہے۔ العیاذ باللہ۔

آپ کے نام نامی

اس بات پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ آپ کا نام نامی اسم گرامی نعمان ہے اور اس میں ایک عمدہ راز ہے وہ یہ کہ نعمان اس خون کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے بدن کا قیام ہے۔ چنانچہ صاحب قاموس اور علامہ

ابن حجر مکی نے یہی معنی بیان کیا ہے۔ اس سے مطلب یہ نکلا کہ امام ابوحنیفہ رح کے وجود باجود سے علم فقہ کا قیام ہوا اور علم دین کے مشکلات حل ہوئے۔ یا نعمان نام ہے ایک سرخ خوشبودار گھانس کا جس سے مطلب یہ نکلا کہ امام صاحب کی ذات بابرکات کے کمالات کی خوشبو سے دین اسلام کا گھر گھر معطر و معنبر ہو گیا اور ان کی معاش و فضائل علمی و عملی سے تمام جہان نورانی ہو گیا۔ یا نعمان فعلان کے وزن پر ہے مشتق ہے نعمت سے اس صورت میں یہ مطلب ہو گا کہ امام صاحب کی ذات گرامی مومنین کیلئے ایک نعمت عظمیٰ ہے اور آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ حنیف کے معنی ہے عابد، مسلم، حق کی طرف مائل چونکہ آپ حق کی طرف مائل تھے، اس لئے یہ کنیت ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ امام صاحب کی کنیت ابوحنیفہ اس وجہ کر ہوئی کہ لغت عراق میں حنیفہ دوات کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ اکثر اوقات دوات سے لکھنے کا کام لیا کرتے تھے، اس لئے یہ آپ کی کنیت قرار پائی اور آپ کا لقب امام اعظم رح ہے۔

آپ کی سنہ ولادت

اکثر اہل تحقیق کا قول یہ ہے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سنہ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صرف ۶۹ برس

بعد کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت خلافت تھی عبد الملک بن مروان کی اور وہیں آپ نے پرورش بھی پائی۔

آپ کا نسب نامہ

اکثر محققین کے قول کی بنا پر آپ عجمی ہیں۔ آپ کے والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی اور پردادا کا نام ماہ تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد فارس کے رہنے والے تھے۔ ان کا خاندان فارس میں بہت معزز و مشہور تھا۔ بعض لوگوں نے آپ کے دادا زوطی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کابل کے رہنے والے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ ترمذ کے رہنے والے تھے آپ کے والد ثابت اپنے بچپن کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ نے ان کے حق میں اور ان کے خاندان کے حق میں دعائے خیر فرمائی تھی۔ مجھے امید ہے کہ وہ دعا قبول ہوئی۔ آپ کے دادا زوطی بھی کبھی کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور خلوص عقیدت کے ساتھ آداب بجا لاتے تھے۔ اس تعلق سے زوطی کو شہر کوفہ پسند آگیا تھا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دار الخلافہ کوفہ ہی تھا۔ چنانچہ آپ کے دادا نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ کے والد ماجد جن کا نام ثابت تھا کوفہ ہی میں پیدا

ہوئے۔ ایک بار آپ کے دادا زوطی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس نوروز کے دن جو پارسیوں کی عید کا دن ہے بطور نذر فالودہ بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں ہر روز نوروز ہے۔ صاحب دُرِّ مختار لکھتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت امام صاحب کے والد ماجد ثابت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پایا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ جب ثابت کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک فرزند عطا کیا جن کا نام نعمان رکھا گیا یعنی امام صاحب پیدا ہوئے اور علم و فضل کے بعد آپ امام اعظم کے لقب سے پکارے گئے۔

مقدمہ دُرِّ مختار میں مذکور ہے کہ امام صاحب کے والد ثابت کا جب انتقال ہوگیا تو آپ کی والدہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا اور امام صاحب نے ان کے گھر ہی میں پرورش پائی۔ یہ بھی امام صاحب کے لئے ایک بڑی فضیلت کا باعث ہے۔

آپ کا حُلیہ شریف

اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو حُسنِ سیرت کے ساتھ جمال صورت بھی دیا تھا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے صاحب زادے حضرت

حمادؒ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کا قد میانہ تھا اور بہت خوبصورت تھے۔ زبان بہت فصیح تھی۔ آواز بلند تھی۔ صورت رعب دار تھی۔ کیسا ہی پیچیدہ مضمون ہو نہایت صفائی اور فصاحت سے حل کر دیتے تھے۔ مزاج میں تکلف تھا۔ لباس بہت اچھا پہنتے تھے۔ کبھی کبھی سنجاب اور قاقم کے جبے بھی استعمال کرتے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن آپ کو نہایت قیمتی چادر اور کرتہ پہنے ہوئے دیکھا۔ جن کی قیمت چار سو درہم سے کم نہ ہوگی۔ ایک دوسرے شخص بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام صاحب کو ایک چادر اوڑھے ہوئے دیکھا۔ جس کی قیمت تیس دینار سے کم نہ ہوگی۔ غرضکہ آپ بہت نفیس و عمدہ لباس استعمال کرتے تھے اور صفائی کو بہت پسند کرتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے فرمایا کہ خوشبو بہت لگاتے تھے، دیکھنے کے قبل خوشبو ہی سے لوگ آپ کو پہچان جاتے تھے اور حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ آپ اپنے جوتے کے تسمے کا بھی خیال رکھتے تھے۔ کبھی نہ دیکھا گیا کہ تسمہ ٹوٹا ہوا ہو۔

آپ کا تابعی ہونا

علامہ ذہبیؒ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی کو اپنے بچپن کے زمانہ میں دیکھا اور یہ قول

صحیح ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے
ان کو چند مرتبہ دیکھا۔ وہ سرخ خضاب لگایا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے
امام صاحب تابعی قرار پائے، کیونکہ اکثر محدثین کے نزدیک جو شخص صحابی
سے ملاقات کرے وہ تابعی ہے۔ یہی صحیح قول ہے۔ اور علامہ نووی اور
علامہ ابن صلاح کا بھی یہی قول ہے اور حافظ ابن حجر مکی شارح بخاری نے
اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے صحابہ کرام کی ایک
جماعت کو پایا اور دیکھا جو کہ کوفہ میں آپ کی پیدائش کے بعد موجود
تھے۔ اس اعتبار سے بھی آپ تابعین میں سے ہیں اور یہ شرف آپ کے
ہم عصر اماموں کو حاصل نہ ہو سکا۔ مثلاً امام اوزاعی ملک شام میں۔ امام
حماد بصرہ میں۔ امام ثوری کوفہ میں۔ امام مالک مدینہ منورہ میں۔ لیث
بن سعد مصر میں۔ یہ سب حضرات امام صاحب کے زمانہ میں موجود تھے
مگر کسی صحابی سے ملاقات نہ ہونے کے باعث تابعین میں شمار نہ کئے
گئے، بلکہ تبع تابعین میں شمار کئے گئے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَّشَاءُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی چند صحابہ کرام کا
زمانہ آپ نے پایا اور ان کو دیکھا۔ (۱) ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ
یہ سنہ ۱۱۰ھ ہجری تک زندہ رہے۔ (۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ
ان کا انتقال سنہ ۹۱ھ ہجری میں ہوا۔ (۳) حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ

ان کا وصال ۹۱ھ ہجری میں ہوا۔ (۴) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ان کا وصال بھی ۹۱ھ ہجری یا ۹۲ھ ہجری یا ۹۴ھ میں ہوا۔ (۵) عبداللہ بن بسرہ رضی اللہ عنہ ان کا وصال ۹۶ھ ہجری میں ہوا۔ (۶) محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ ان کا وصال ۹۹ھ ہجری میں ہوا اور تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ امام صاحب نے چار صحابی کا زمانہ پایا۔ (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہ بصرہ میں تھے۔ (۲) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی یہ کوفہ میں تھے۔ (۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ یہ مدینہ منورہ میں تھے۔ (۴) حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ یہ مکہ میں تھے۔

اور حافظ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے اور عینی نے آپ کا سماع صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ثابت کیا ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ بیس صحابی کا زمانہ امام صاحب نے پایا، گرچہ کل سے ملاقات نہ ہوئی۔ اور خوارزمی نے امام صاحب کی مسند میں بیان کیا ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحب نے حدیث روایت کی چھ یا سات یا آٹھ صحابہ کرام سے۔ (مقدمہ در مختار)

خلاصہ یہ کہ جن آنکھوں نے پیغمبر خدا سرکار دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دیکھا تھا اور ان کے دیدار سے آنکھیں

روش کی بھتیں یعنی صحابہ کرام ان کا جمال امام ابوحنیفہ نے دیکھا اور بلاشبہ امام صاحب اس شرف کے ذریعہ زمرۂ تابعین میں شامل ہوئے اور خیر القرون میں داخل ہوئے۔

آپ کے اساتذہ کرام

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے اساتذۂ حدیث بے شمار ہیں۔ امام ابوحفص کبیر نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار استادوں سے حدیثیں روایت کی ہیں اور بعض مورخین نے یہ لکھا ہے کہ صرف تابعین میں آپ کے استاد چار ہزار ہیں اور غیر تابعین میں اتنے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ یہاں پر یہ بات بھی ظاہر کر دینے کی ضرورت ہے کہ جو نا سمجھ امام صاحب کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں کیونکہ جب چار ہزار اُستادِ حدیث تابعین میں آپ کے تھے تو اگر ہر ایک سے ایک ایک ہی حدیث سُنی تو چار ہزار حدیث کے جاننے والے ہوئے اور اگر دو دو حدیث سنی تو آٹھ ہزار کے جاننے والے ہوئے یہ تو صرف تابعین سے حدیث کے نقل کی صورت ہوئی اور جبکہ تبع تابعین میں آپ کے استاد بے شمار ہیں۔ ہر ایک سے صرف ایک ہی حدیث کے سُننے پر کتنی حدیثوں کے جاننے والے ثابت ہوئے۔ سچ بات یہ ہے کہ جب تک

کسی کو پورے حدیث اور قرآن مجید کے مضامین پر عبور نہ ہو وہ اجتہاد کیا کر سکتا ہے اور آپ کا مجتہد اعلیٰ ہونا سبھوں پر ظاہر ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ امام اعظم رح کو قرآن مجید اور حدیث شریف کے پورے مضامین پر کافی مہارت تھی۔ جیسا کہ آپ کے علمی تبحر کو حضرت امام مالک رح۔ امام شافعی رح۔ امام احمد حنبل رح وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

امام صاحب کے اساتذہ حدیث میں خاص کوفہ کے رہنے والے ۲۹ اشخاص تھے، جن میں چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ امام شعبی رح۔ سلمہ بن کہیل رح، محارب بن دثار رح، ابو اسحاق رح، عون بن عبداللہ رح، سماک بن حرب، عمرو بن مرہ رح، منصور رح، ابراہیم بن محمد، عدی بن ثابت رح، عطا بن سائب، موسیٰ بن ابی عائشہ، علقمہ بن مرثد یہ بڑے بڑے محدث ہیں۔

آپ کے شاگردان

آپ کے شاگردوں کی تعداد اس قدر ہے کہ ان کا ضبط ناممکن و دشوار ہے۔ بعض اماموں نے بیان کیا ہے کہ جس قدر مشہور امام آپ کے شاگردوں میں ہوئے کسی اور کے شاگردوں میں پائے نہ گئے اور جس قدر فائدہ آپ کے شاگردوں سے عام لوگوں کو پہنچا کسی دوسرے سے نہیں پہنچا۔ چونکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن مجید اور احادیث نبوی

کے مضامین پر کافی عبور تھا۔ دونوں کے مسائل ہر وقت ذہن میں موجود رہتے تھے، اس لیے قرآن وحدیث سے مستنبط کرکے جو مسائل اپنے شاگردوں کے سامنے پیش کیے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قلائد عقود العقیان کے مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رح نے جو مسائل قران مجید اور احادیث نبویہ سے نکال کر اپنے شاگردوں کے سامنے پیش کیے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار (۱۲۹۰۰۰۰) سے بھی کچھ زیادہ ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس کی تصدیق امام صاحب کے جید شاگرد حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے ہو جاتی ہے۔ انہوں نے فقہ کی بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی ہیں جن کی شہرت دنیا میں ہے اور آج کل اہل اسلام ان سے نفع اٹھا رہے ہیں۔ آپ کی مصنفہ کتابوں کی تعداد نو سو نوے ہے جن میں چھ کتابیں بہت مشہور ہیں۔ وہ یہ ہیں:- جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، زیادات، مبسوط۔ ان چھ کتابوں میں جو مسائل ہوتے ہیں ان کو فقہائے کرام ظاہر روایت کہتے ہیں۔

حافظ ابوالمحاسن شافعی نے نو سو اٹھارہ شخصوں کے نام اور نسب نامے لکھے ہیں جو کہ امام صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ امام صاحب کے بے شمار شاگردوں میں یہ قابل ذکر ہیں:- قاضی امام ابو یوسف رح، امام محمد بن حسن رح، امام زفر رح، امام حسن بن زیادہ رح، یحیٰی بن سعید قطان رح، عبداللہ بن مبارک رح، یحیٰی بن زکریا رح، وکیع بن جراح رح، یزید بن ہارون رح، حفص بن غیاث رح

عبدالرزاق بن ہمامؒ، ضحاک بن مخلدؒ، داؤد طائیؒ، قاسم بن معنؒ، اسد بن عمروؒ، علی بن مسہرؒ، عافیہ بن یزیدؒ، حبانؒ، مندلؒ، ان میں بعض بڑے فقیہ اور بعض بڑے محدث ہیں۔

آپ کی توجہ علم کی طرف

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہت مالدار تھے۔ آپ کے یہاں ریشمی کپڑے کی تجارت ہوتی تھی۔ آپ نے ابتدائی دور میں علم نہیں سیکھا تھا۔ تجارت میں مشغول رہا کرتے تھے اور برابر حضرت امام شعبی محدث کے دروازہ کے پاس سے گزرا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے امام صاحب کو بلایا اور پوچھا کہ کہاں جارہے ہو۔ امام صاحب نے ایک سوداگر کا نام لیا۔ امام شعبیؒ نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ تم کس سے پڑھتے ہو امام صاحب نے افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ کسی سے بھی نہیں۔ امام شعبیؒ نے کہا کہ میں تم میں قابلیت کے جوہر پاتا ہوں۔ تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو یہ نصیحت آپ کے دل میں جگہ کر گئی اور تحصیل علم کی طرف متوجہ ہو گئے اور سب سے پہلے علم کلام حاصل کیا اور اس فن میں ایسا کمال پیدا کیا کہ آپ کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارہ کرتے تھے اور آپ ایک زمانہ تک اس فن میں مناظرہ کرتے رہے۔ بڑے بڑے علم کلام کے ماہران سے بحث کرنے میں جی چرانے

تھے۔ اکثر بغرضِ تجارت آپ بصرہ بھی جایا کرتے تھے۔ وہاں تمام فرقوں کا دنگل تھا۔ خاص کر خارجیوں کا مرکز تھا۔ آپ وہاں سال سال بھر بلکہ اس سے زیادہ قیام کر لیتے اور ان فرقوں سے مناظرہ کرتے رہتے اور ہمیشہ لوگوں پر غالب رہتے۔ اس زمانہ میں امام صاحب علم کلام کو بہت اعلیٰ و بہتر علم تصور فرماتے تھے۔ پھر آپ نے طریق مناظرہ کو ناپسند کیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک عورت نے آپ سے شرعی مسئلہ دریافت کیا تو آپ جواب نہ دے سکے اور اس عورت سے کہا کہ شہر کوفہ کے مشہور امام اور اُستاد حضرت حماد ہیں ان سے دریافت کر لو اور جو جواب وہ دیں مجھے بھی بتانا۔ چنانچہ اس نے آپ کو حضرت حماد کا جواب سُنایا۔ اُسی دن سے آپ نے علم کلام کو قطعاً چھوڑ دیا اور حضرت حمادؒ کے حلقۂ درس میں بیٹھنے لگے۔ شروع شروع امام صاحب علم کلام کو تمام علوم سے اعلیٰ و ارفع خیال کرتے تھے لیکن جب آپ کی عمر زیادہ ہوئی اور تجربہ بڑھتا گیا تو آپ کی طبیعت اس فن سے رکتی گئی۔ خود آپ کا بیان ہے کہ شروع میں اس علم کو میں سب سے افضل جانتا تھا، کیونکہ مجھ کو یقین تھا کہ عقیدہ اور مذہب کی بنیاد اسی پر ہے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان بحثوں سے ہمیشہ الگ رہے۔ حالانکہ ان باتوں کی حقیقت ان سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ صحابہ کرام کی توجہ فقہی مسائل پر تھی اور انہی مسائل کی وہ دوسروں کو تعلیم دیتے تھے۔ یہ وجہ ہوئی امام صاحب کے علم کلام کے چھوڑنے کی

اور حضرت حماّد فقیہہ کے حلقۂ درس میں بیٹھنے لگے۔ امام صاحب پہلے دن پچھلے صف میں بیٹھے، کیونکہ مبتدی لڑکوں کے لئے یہ امتیاز عام طور پر رکھا جاتا تھا، لیکن جب چند دنوں کے بعد حضرت حماد کو آپ کی صلاحیت اور قابلیت کا اندازہ ہوا اور یہ تجربہ ہوا کہ پورے حلقہ میں ایک شخص بھی حافظہ و ذہانت کے اعتبار سے ان کا مثل نہیں ہے تو حکم دیا کہ ابو حنیفہ سب سے آگے بیٹھا کریں اور حضرت حماّد کے زمانہ ہی میں امام صاحب نے حدیث کی طرف بھی توجہ کی تھی کیونکہ فقہی مسائل کی مجتہدانہ تحقیق حدیث کی تکمیل کے بغیر ناممکن تھی۔ مگر فقہ حاصل کرنے کے لئے حضرت حماّد کے حلقۂ درس میں برابر حاضر ہوتے رہے اور دس سال تک حضرت حماّد کی خدمت میں رہ کر علم فقہ سیکھتے رہے۔ پھر آپ کو خیال ہوا کہ علٰحدہ اپنا مدرسہ قائم کر دوں مگر استاد کا ادب مانع تھا۔ اتفاقاً ان ہی دنوں میں حضرت حماّد کا ایک رشتہ دار بصرہ میں انتقال کر گیا جس کا وارث حضرت حماد کے سوا کوئی دوسرا شخص نہ تھا اس لئے حضرت حماّد بصرہ چلے گئے اور حضرت امام ابو حنیفہ کو اپنا جانشین کر گئے۔

امام صاحب کو تمام علوم شرعیہ میں کافی مہارت تھی۔ علم کلام و علم فقہ کے علاوہ تفسیر و حدیث میں بھی عدیم المثل بحر ناپیدا کنار تھے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی شرح کرنے میں کسی شخص کو حضرت امام ابو حنیفہ سے زیادہ جاننے والا میں نے نہیں دیکھا۔

شاید کوفہ کا کوئی محدث ایسا نہ تھا جس کے سامنے امام صاحب نے زانوے شاگردی نہ تہ نہ کیا ہو اور ان سے حدیثیں نہ سیکھیں ہوں۔ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ محدثین کی ایک بڑی جماعت سے امام صاحب نے روایت نقل کی ہے جن میں خاص کوفہ کے رہنے والے محدثین کی تعداد ۹۳ ہے اور ان میں اکثر تابعین ہیں۔

امام صاحب کو گرچہ حدیثوں کا ایک بڑا ذخیرہ ہاتھ آچکا تھا پھر بھی حرمین شریفین یعنی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اس کی تکمیل کے لئے جانا ضرور تھا کیونکہ یہ دونوں شہر علوم مذہبی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ جس زمانہ میں امام صاحب مکہ معظمہ پہنچے حدیث کے درس و تدریس کا وہاں بہت زور تھا اور جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے جو کہ حدیثوں کا مخزن تھا تو اس وقت تک تابعین کی جماعت میں سے سات شخص علم فقہ و حدیث کے ماہر موجود تھے جن کی طرف مسائل شرعیہ میں رجوع کیا جاتا تھا کیونکہ ان حضرات نے بڑے بڑے صحابہ کرام کے دامن فیض سے فائدہ اٹھایا تھا۔

فضائلِ علمِ فقہ

علمائے دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ علم فقہ افضل علوم میں سے ہے۔ حدیث شریف میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک

فقیہ متقی شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔ (ترمذی شریف)

اور دوسری حدیث میں یوں ہے کہ ایک فقیہ متقی ہزار عابد و زاہد سے بڑھ کر بزرگ ہوتا ہے۔

اور صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب علم اپنے علم پر فخر کرے تو علم فقہ پر فخر کرنا زیادہ مناسب و بہتر ہے۔ بہت سی خوشبودار چیزیں مہکتی ہیں مگر مشک کی مانند نہیں۔ اسی طرح بہت سی چڑیاں اڑتی ہیں مگر باز کی مانند نہیں۔ یعنی علم فقہ اور علوم سے اس قدر افضل ہے جیسا کہ مشک تمام خوشبوؤں سے افضل ہے اور باز اڑنے میں تمام پرندوں سے افضل ہے۔

اور اللہ جل جلالہ نے بھی علم فقہ کی تعریف قرآن مجید میں فرمائی ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ترجمہ جس کو حکمت کی باتیں دی گئیں اس کو بہت سی بھلائیاں دی گئیں۔ مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے حکمت کی تفسیر علوم فرعیہ یعنی علم فقہ کی ہے۔ اسی لئے علم فقہ کا حاصل کرنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ محققین علمائے دین لکھتے ہیں کہ علم فقہ کا سیکھنا افضل ہے۔ چنانچہ طہارت۔ نماز۔ روزہ کے مسائل کا دریافت کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ و حج کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے مالداروں پر اور نکاح و طلاق و عتاق وغیرہ کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جن کو ان کی حاجت ہو۔ خلاصہ یہ کہ علم فقہ کا سیکھنا بقدر حاجت کے فرض عین ہے۔

اسی لئے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر علم فقہ کی طرف مائل ہوئے اور قرآن مجید و حدیث شریف سے بے شمار مسائل مستنبط کرکے قوم کے سامنے رکھ دیئے تاکہ لوگوں کو عمل میں سہولت ہو۔

فقہ کی تدوین

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو علم فقہ کے جمع کرنے کا خیال کیوں پیدا ہوا۔ اس کے متعلق قلائد عقود العقیان کے مصنف نے یہ وجہ بتلائی کہ ایک مرتبہ دو شخص حمام میں غسل کرنے گئے اور حمامی کے پاس کچھ امانت رکھ دیئے۔ ان میں ایک شخص غسل کرکے باہر آیا اور امانت طلب کی۔ اس نے دے دی وہ لے کر چلا گیا۔ جب دوسرا شخص غسل کرکے حمام سے باہر نکلا اور امانت طلب کی تو حمامی نے کہا کہ امانت تمہارے شریک کو دے دی۔ اس لئے عدالت میں درخواست کی۔ قاضی نے حمامی کو ملزم قرار دیا اور کہا کہ جب دونوں مل کر تیرے پاس امانت رکھی تھی تو تجھ کو لازم تھا کہ دونوں کی موجودگی میں امانت واپس کرتا۔ حمامی گھبرا کر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور پورا واقعہ بیان کیا۔ امام صاحب نے کہا کہ تم اس شخص سے جا کر کہو جو امانت طلب کررہا ہے تم اپنے ساتھی کو بلا لاؤ۔ میں تمہاری امانت دے دوں گا۔ لیکن میں تنہا تم کو نہیں دے سکتا ہوں۔ شریک کو لاؤ اور امانت لے جاؤ۔

اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد امام صاحب کو یہ محسوس ہوا کہ فقہ کی تدوین کی سخت ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ اس کام کے لئے آمادہ ہوئے اور اس کی تدوین و ترتیب شروع کر دی، مگر جس طور پر امام صاحب فقہ کی تدوین کرنا چاہتے تھے وہ بہت وسیع تھا اس لئے آپ نے اس بڑے کام کو اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر موقوف نہ رکھا بلکہ چند نامور شاگردوں کو اس کام کے لئے منتخب کئے۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے چالیس شاگرد فقہ کی تدوین میں شریک تھے۔ جن میں یہ حضرات زیادہ ممتاز قابل ذکر ہیں۔ قاضی ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، داؤد طائیؒ، یحییٰ بن زائدہ، اسد بن عمرؒ، یوسف بن خالدؒ، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ لکھنے کی خدمت یحییٰ کے حوالہ تھی۔ وہ تیس برس تک اس خدمت کو انجام دیتے تھے۔

تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تھا۔ جب سب لوگ اس کے جواب میں متفق ہو جاتے تھے تو اسی وقت وہ مسئلہ قلم بند کر لیا جاتا تھا۔ ورنہ نہایت آزادی سے اس پر بحثیں شروع ہوتی تھیں اور امام صاحب بہت غور سے سبھوں کی باتیں سنتے تھے اور آخر میں ایسا فیصلہ کرتے تھے کہ سب کو تسلیم ہی کرنا پڑتا تھا۔

امام صاحب کے مسائل کا ذخیرہ جو آج دنیا میں موجود ہے وہ حضرت امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کی تالیفات سے ظاہر ہے۔ یہ فقہ عام طور پر گرچہ فقہ حنفی کہلاتی ہے لیکن درحقیقت وہ چار شخصوں کی اجتہادی مسائل

مجموعہ ہے۔ وہ حضرات یہ ہیں۔۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ ۔ حضرت قاضی امام ابو یوسفؒ ۔ حضرت امام محمدؒ ۔ حضرت امام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فقہ حنفی بہت تیزی سے تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئی۔ باوجود یکہ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالکؒ کا وارد ورہ تھا اور مکہ معظمہ میں دوسرے اماموں کا اور ملک شام میں امام اوزاعیؒ کا اور کوفہ میں امام ثوری کا۔ اور مصر میں لیث بن سعدؒ کا۔ پھر بھی امام صاحب کے فقہی مسائل تمام رواج پا گئے۔ یہ حتی مقبولیت تامہ اور عرب کے سوا بھی تمام اسلامی ممالک میں امام صاحب کا طریقہ جاری ہو گیا۔ ہندوستان۔ سندھ۔ کابل۔ بخارا۔ روم ماوراء النہر۔ سمرقند وغیرہ میں تو ان کے اجتہاد کے سوا کسی کا اجتہاد تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔ بعض ممالک میں شافعی۔ حنبلی فقہ کا رواج ضرور ہو گیا، مگر فقہ حنفی کو دبا نہ سکا، بلکہ بعض ممالک سے حنفی فقہ کے سوا معدوم ہی ہو گیا۔ یہ لا زش دلیل ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ کی مقبولیت کی۔ صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ علمائے دین فرماتے ہیں کہ علم فقہ کا کھیت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اس کو سیراب کیا اور حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے اس کو کاٹا اور حضرت حماد رحمۃ اللہ نے اس کی دہائی کی اور حضرت امام ابو حنیفہ نے اس کو پیسا اور امام ابو یوسفؒ نے اس کو گوندھا اور امام محمد نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی لوگ اس کے کھانے والے ہیں۔

تمام اسلامی ممالک. جن میں اناموں کے فقہی مسائل رواج پائے وہ صرف چار ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح. حضرت امام مالک رح. حضرت امام شافعی رح. حضرت امام احمد حنبل رح. مگر ہر جگہ فقہ حنفی کو فوقیت رہی. چونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ کا بحر علمی سبھوں سے بڑھا ہوا تھا. اور آپ کا اجتہاد بہت زیادہ راجح تھا کتنے شافعی المذہب آپ کے اجتہاد کو راجح سمجھ کر حنفی مذہب میں داخل ہو گئے۔ ان میں ایک بڑی ہستی رکھنے والے حضرت امام طحاوی رح بھی ہیں۔ یہ پہلے شافعی تھے۔ مزنی شافعی جو ایک بڑے محدث گزرے ہیں۔ ان کے شاگرد و بھانجہ ہیں۔ شافعی مذہب میں داخل ہو گئے اور بہت سی کتابیں حدیث کی لکھ دیں جن میں فقہ حنفی کا خاص طور پر لحاظ رکھا اور حدیثوں کی توجیہہ و تطبیق میں حنفی ہی مسلک کے مانند رکھے۔

امام صاحب کی اولاد

تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے صرف ایک لڑکا تھا جن کا نام حماد رح تھا۔ حماد امام صاحب کے لڑکے بڑے مرتبہ کے فاضل تھے۔ بچپن میں ان کی تعلیم بہت اہتمام سے ہوئی تھی جب انھوں نے سورہ فاتحہ ختم کیا تو امام صاحب نے خوشی میں ان کے استاد کو پانچ سو درہم نذر کئے تھے۔ جب حماد رح بڑے ہوئے تو امام صاحب نے

خود ہی ان کو پڑھایا اور عالم و فاضل بنایا۔ یہ بھی امام صاحب ہی کی طرح پرہیزگار تھے۔ امام صاحب کے پاس بہت سے لوگوں کے مال امانت رہا کرتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوگیا تو آپ کے صاحب زادے حمادؒ نے تمام مال امانت قاضی شہر کے پاس حاضر کر دیا۔ اور کہا کہ جن کی امانتیں ہیں دے دی جائیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ ابھی اپنے پاس رکھئے تاکہ حفاظت سے رہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی جانچ کر لیجئے تاکہ میرے والد ماجد ذمہ داری سے پاک ہو جائیں۔ انہوں نے تمام عمر نہ کسی کی ملازمت کی نہ شاہی دربار سے کچھ تعلق رکھا۔ ۵ ذیقعدہ ۱۷۶ھ ہجری میں آپ کا وصال ہوا اور چار بیٹے چھوڑے۔ عمر۔ اسمٰعیل۔ ابوحیان۔ عثمان۔ ان میں اسمٰعیل علم و فضل میں بہت مشہور ہوئے اور مامون الرشید نے ان کو عہدۂ قضا پر مقرر کیا۔ یہ بہت دیانت داری اور انصاف سے کام انجام دیتے رہے۔ جب یہ بصرہ شہر سے چلے تو سارا شہر رخصت کرنے کو چلا اور سب لوگ ان کے جان و مال کے لئے دعا کر رہے تھے۔ یہ ان کی دیانت داری و انصاف پسندی کا سبب تھا اور اسی نے آپ کو ہر دل عزیز بنا رکھا تھا۔

آپ کی عقل

(۱) خطیب نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے

کہا کہ میں نے کسی شخص کو عقل و فہم میں ابو حنیفہؒ سے زیادہ نہیں دیکھا۔

(۲) اور علی بن عاصم کہتے ہیں کہ اگر تولی جائے تمام جہاں والوں کی عقل اور امام ابو حنیفہ رح کی عقل تو ضرور امام صاحب کی عقل زیادہ وزنی ہوگی۔

(۳) خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے امام صاحب کا تذکرہ ہوا تو ہارون رشید نے امام صاحب کے حق میں دعا ورحمت کی اور کہا کہ وہ عقل کی آنکھ سے اُن چیزوں کو دیکھتے تھے جو دوسرا سر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

(۴) محمد بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی عقل ظاہر ہوتی تھی ان کے بولنے میں اور چلنے پھرنے میں بلکہ تمام کام میں۔

(۵) حضرت خارجہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار علما سے ملاقات کی۔ ان میں تین چار کو بہت زیادہ عاقل پایا۔ ان میں ایک امام اعظم ابو حنیفہ ہیں

(۶) یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں بہت آدمیوں سے ملا مگر کسی کو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ عاقل اور متقی نہ پایا۔

(۷) امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو عقل میں کامل اور مروت میں پورا امام صاحب سے بڑھ کر نہ پایا۔

(۸) یحیٰی بن معین کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے زیادہ کسی کو امام صاحب کی عقل اور اوصاف حمیدہ کی تعریف کرتے ہوئے نہیں سُنا۔

آپ کی پرہیزگاری

(۱) علامہ ابن حجر مکی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جب میں کوفہ گیا تو وہاں کے بڑے بڑے علماء اور اتقیا سے دریافت کیا کہ کوفہ میں سب سے بڑے زاہد و متقی کون ہیں۔ سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

(۲) حضرت شقیق بلخیؒ اکثر اوقات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے تھے اور علی الاعلان یہ فرماتے تھے کہ کون ہے امام ابوحنیفہ کے مثل پرہیزگاری اور تقویٰ میں۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جب میں کوفہ پہنچا تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں سب سے بڑا زاہد شخص کون ہے سب لوگوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

(۴) مکی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں کوفہ والوں کے پاس بیٹھا تو کسی کو امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر زاہد و پرہیزگار نہ پایا۔

(۵) حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ بہت بڑے پرہیزگار تھے حرام سے بہت ڈرتے تھے۔ شبہہ کی وجہ کر بہت سی حلال چیزوں کو بھی چھوڑ دیتے تھے۔ میں نے کسی فقیہ کو آپ سے زیادہ اپنی جان اور علم کا بچانے والا نہ دیکھا۔ آپ نے پوری زندگی اسی پرہیزگاری کے ساتھ گزاری

(۶) نضر بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے زیادہ پرہیزگار نہ دیکھا۔ آپ کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا۔

(۷) یزید بن ہارون بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار علماء سے علم حاصل کیا مگر امام ابو حنیفہ سے زیادہ کسی کو متقی و پرہیزگار نہیں پایا۔

(۸) خطیب نے علی بن حفص بزاز سے روایت کی ہے کہ حفص بن عبدالرحمٰن تجارت میں امام صاحب کے ساتھ شریک تھے۔ امام صاحب نے ان کے پاس کپڑوں کی ایک گٹھری بھیجی اور یہ فرما دیا کہ فلاں تھان میں نقصان ہے بیچتے وقت خریدار پر اس عیب کو ظاہر کر دینا۔ حفص بن عبدالرحمٰن نے اس تھان کو فروخت کر دیا اور خریدار پر عیب ظاہر کرنا بھول گئے۔ جب یہ امام صاحب کو معلوم ہوا تو امام صاحب نے اس تھان کی پوری قیمت خیرات کر دی۔ علامہ ابن حجر مکی بیان فرماتے ہیں کہ اس تھان کی قیمت تیس ہزار درہم تھی مگر شک و شبہ کی وجہ کر کل خیرات کر دیئے۔

(۹) امام صاحب کے ایک شریک تجارت کا نام بشر تھا۔ امام صاحب نے ان کے پاس ستر تھان ریشمی بھیجے۔ اور ان کو لکھ دیا کہ ان تھانوں میں ایک تھان عیب دار ہے۔ خریدار پر ظاہر کر کے اُسے فروخت کرنا۔ وہ خریدار پر عیب کا ظاہر کرنا بھول گئے۔ جب امام صاحب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے اس تھان کی پوری قیمت خیرات کر دی۔

(۱۰) حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیس برس تک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا۔ کبھی آپ کو ننگے سر نہیں دیکھا اور کبھی پاؤں پھیلا کر آرام کرتے نہیں دیکھا۔

(۱۱) منقول ہے کہ کوفہ میں ایک بکری گم ہو گئی۔ آپ نے بعض تجربہ کار آدمی سے دریافت کیا کہ بکری کی عمر کتنی ہوا کرتی ہے۔ اس نے کہا کہ سات برس۔ آپ نے سات برس تک بکری کا گوشت کھانا اس خیال سے چھوڑ دیا کہ شاید اسی گم شدہ بکری کا گوشت کھانے میں آجائے۔ یہ غایت درجہ کا زہد اور تقویٰ تھا۔

(۱۲) حضرت ابو القاسم قشیری کے استاد اپنے رسالہ کے باب التقویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قرضدار کے درخت کے سایہ میں بیٹھنے سے بھی پرہیز کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ جس قرض سے نفع ہو وہ سود ہے۔

(۱۳) یزید بن ہارون بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ پرہیز گار نہیں دیکھا۔ ایک دن میں نے آپ کو ایک شخص کے دروازہ کے پاس دھوپ میں بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا اگر حضور اس سایہ میں تشریف لے چلیں تو بہتر ہو۔ آپ نے فرمایا مالک مکان پر میرا قرض ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کے مکان کے سایہ میں بیٹھ کر اس سے نفع اٹھاؤں۔ یزید نے کہا اس سے بڑھ کر پرہیز گاری کیا ہو گی!

(۱۴) منقول ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مشتبہ گوشت کا ایک ٹکڑا نہر کوفہ میں گر پڑا تو امام صاحب نے اس خیال سے کہ مچھلیوں نے اس کو کھا لیا ہو گا مچھلیوں کو کھانا چھوڑ دیا اور چونکہ مچھلیاں بہت دنوں تک زندہ رہتی ہیں اسی لئے ایک مدت دراز تک آپ نے مچھلی نہیں کھائی۔

(۱۵) منقول ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے اوصاف بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا جہاں تک میں جانتا ہوں امام ابو حنیفہ رح کے اخلاق و عادات یہ تھے کہ آپ بہت پرہیزگار تھے اور ممنوع چیزوں سے بچتے رہتے تھے اور اکثر خاموش رہتے تھے اور سوچ میں رہتے تھے۔ جب کوئی شخص مسئلہ پوچھتا تو معلوم ہونے پر جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ آپ بہت سخی و فیاض تھے۔ دنیاوی عزت و جاہ کو حقیر سمجھتے تھے اور کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے۔ جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی کے ساتھ کرتے۔ آپ بہت بڑے عالم و زاہد تھے اور علم کو مال کی طرح فیاضی کے ساتھ صرف کرتے تھے۔ جب خلیفہ ہارون رشید نے ان باتوں کو سنا تو کہا صالح لوگوں کے ایسے ہی اخلاق ہوتے ہیں۔

(۱۶) ایک دفعہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کسی بیمار کی عیادت کو جا رہے

تھے۔ راہ میں ایک شخص ملا جس پر آپ کا قرض تھا اس نے دُور سے آپ کو دیکھ لیا اور راستہ کترا کر دوسری طرف چلا گیا۔ آپ نے اس کو پکار کر کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ جب آپ اس کے قریب پہنچے تو پوچھا تم نے مجھ کو دیکھ کر راستہ کیوں بدل دیا۔ اس نے کہا کہ آپ کا دس ہزار درہم مجھ پر قرض ہے جو اب تک ادا نہ ہو سکا۔ اسی شرم سے آنکھ نہیں ملائی جاتی ہے۔ امام صاحب اس کی غیرت سے متعجب ہوئے اور فرمایا جاؤ میں نے سب قرض کو معاف کر دیا۔

۱۷) حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار سفرِ حج میں عبد اللہ سہمی میرے ساتھ تھے اور حضرت امام اعظمؒ بھی ساتھ تھے۔ ایک منزل پر ایک بدّو نے عبد اللہ سہمی کو پکڑ کر امام صاحب کے پاس لایا اور کہا کہ اس کے ذمہ میرے روپے باقی ہیں اور یہ ادا نہیں کرتا ہے۔ امام صاحب نے عبد اللہ سے حقیقت دریافت کی۔ انہوں نے اس کا انکار کیا۔ امام صاحب نے بدوی سے پوچھا کہ تمہارا کتنا بقایا اس کے ذمہ ہے۔ اس نے کہا کہ چالیس درہم۔ آپ نے فرمایا کہ زمانے سے مروت اُٹھ گئی۔ اتنے سے معاملہ پر یہ جھگڑا۔ پھر آپ نے اپنی طرف سے کل درہم ادا کر دیئے۔

۱۸) منقول ہے کہ ابراہیم بن عتبہ پر چار ہزار درہم قرض تھا اور اسی

قرض کے شرم سے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے ایک دوست نے چندہ کر کے ان کا قرض ادا کرنا چاہا۔ لوگوں نے حیثیت کے اعتبار سے مدد کی۔ حضرت امام اعظم صاحب سے مدد طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ کل کس قدر قرضہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ چار ہزار قرض ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اتنی سی رقم کے لئے لوگوں کو کیوں تکلیف دیتے ہو۔ اس کے بعد امام صاحب نے پورے چار ہزار درہم خود ادا کر دئے یہ تھی آپ کی حمیت و سخاوت۔

(۱۹) حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں شہر کوفہ میں داخل ہوا تو میں نے علمائے کوفہ سے دریافت کیا کہ اس شہر میں سب سے بڑا عالم کون ہے۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ زہد و تقویٰ اور عبادت میں سب سے افضل کون ہے تو سب نے بالاتفاق کہا کہ امام ابو حنیفہ ہیں۔ غرضکہ میں نے تمام اخلاق حسنہ اور صفات جلیلہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا، سب نے میرے سوال کے جواب میں بالاتفاق یہی کہا کہ ہم کسی کو امام اعظم صاحب سے بڑھ کر اوصاف حسنہ سے موصوف نہیں پاتے۔

(۲۰) منقول ہے کہ ایک دن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بازار تشریف لے جا رہے تھے۔ اتفاقاً آپ کے کپڑے پر ناخن کے مقدار کیچڑ لگ گئی آپ اس کے دھونے کے لئے دریائے دجلہ کے پاس تشریف لے گئے۔ لوگوں نے کہا اس معمولی مقدار کیچڑ کے دھونے کی ضرورت کیا ہے یہ تو معاف ہے۔ آپ نے فرمایا وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے۔

(۲۱) یحییٰ حمانی بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک سال کے قریب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت رہا۔ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا اور رات بھر عبادت کرتے ہوئے پایا۔

آپ کی عبادت

(۱) علامہ ابن حجر مکی خیرات حسان میں تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ امام حافظ ذہبی نے فرمایا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ برابر معمول تھا کہ شب بیداری اور تہجد گزاری اور گریہ وزاری میں مشغول رہا کرتے تھے یہ بطور تواتر کے ثابت ہے۔ اسی لئے لوگ اس وقت آپ کو وتد کہا کرتے تھے۔ وتد کے معنی میخ کے ہیں۔ یعنی آپ میخ کی طرح ایک جگہ پر جم کر عبادت کرتے رہتے تھے۔ تیس سال تک متواتر آپ ایک رات میں اور ایک ہی رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کرتے رہے اور چالیس

سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے رہے۔ آپ رات کو خوف خدا سے اس قدر روتے تھے کہ آپ کے ہمسایہ والے آپ پر ترس کھاتے تھے۔

(۲) ابو مطیع نے فرمایا کہ رات کو میں جس وقت بھی حرم شریف کے اندر گیا تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو طواف خانہ کعبہ میں مشغول پایا اور حضرت مسعر بن کدام سفیان ثوری کے استاد بیان فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم صاحب کی مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ امام صاحب صبح کی نماز سے فارغ ہو کر طلبہ کے درس و تدریس مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا آپ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے پھر عصر کی نماز ادا کی پھر پڑھانے میں مشغول ہوئے۔ یہ سلسلہ عشا کی نماز تک میں نے دیکھا۔ بعد نماز عشا کے آپ اپنے مکان تشریف لے گئے۔ پھر جب لوگوں کی آمد و رفت موقوف ہوئی تو امام صاحب دوبارہ مسجد میں تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھی۔ پھر بعد نماز صبح ورد وظائف میں مشغول رہے۔ پھر اشراق کی نماز ادا کر کے مکان تشریف لے گئے۔

(۴) اور علامہ سیوطی خطیب بغدادی محدث سے یہ نقل کرتے ہیں کہ مسعر بن کدام نے فرمایا کہ میں ایک رات مسجد میں گیا تو وہاں ایک مرد

کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ مجھ کو اس کا قرآن مجید سُن کر ایسا ذوق پیدا ہوا اور قلب پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ جب اس نے قرآن مجید کا ساتواں حصہ پڑھا تو میں نے سمجھا کہ اب رکوع کرے گا مگر رکوع نہ کیا۔ پھر جب اس نے ایک تہائی قرآن مجید پڑھا تو میرا خیال ہوا کہ اب رکوع کرے گا پھر بھی رکوع نہ کیا۔ پھر اس نے آدھا قرآن مجید پڑھ لیا اس وقت میرا خیال ہوا کہ اب رکوع ضرور کرے گا، مگر پھر بھی رکوع نہ کیا یہاں تک کہ پورا قرآن مجید ایک رکعت میں ختم کر دیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

(۵) اور حضرت شُریک نے فرمایا کہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے ساتھ ایک سال رہا۔ اس عرصہ میں کبھی یہ نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنا پہلو بچھونے پر رکھا ہو۔

(۶) اور حضرت خارجہ کا بیان ہے کہ چار شخصوں نے خانۂ کعبہ کے اندر ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کیا جن میں ایک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(۷) حضرت فضیل نے بیان کیا کہ میں نے تابعین وغیرہ کی ایک جماعت کو دیکھا مگر کسی کو امام ابوحنیفہ سے بہتر اور زیادہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ بہت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۸) معدن الیواقیت میں مذکور ہے کہ امام صاحب پہلے تین سو رکعت نفل نماز رات کو پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے راہ

میں آپ کو دیکھ کر دوسرے سے کہا کہ یہ مرد رات کو پانچ سو رکعت نفل نماز پڑھا کرتا ہے۔ آپ نے اس عورت کی بات سن لی۔ پھر پانچ سو رکعت نفل نماز برابر پڑھنے لگے۔ پھر ایک بار آپ راستہ سے گزر رہے تھے۔ لڑکوں نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ مرد رات کو ہزار رکعت نفل پڑھا کرتا ہے اور تمام رات عبادت میں گزارتا ہے۔ اس کے بعد سے آپ نے ہزار رکعتیں پڑھنی شروع کیں اور تمام رات عبادت میں گزارنے لگے۔

(۹) علامہ ابن حجر اور علامہ غزالی وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ پہلے آدھی رات جاگ کر عبادت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہے تھے راستہ میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ شخص ساری رات عبادت کرتا ہے۔ آپ نے یہ سن لیا اور دل میں کہا کہ حیف ہے کہ لوگ میرے متعلق یہ خیال رکھیں اور مجھ میں وہ بات نہ ہو۔ اس کے بعد ساری رات عبادت کرنے لگے۔

(۱۰) حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر رہا۔ بیس سال تک برابر میں نے دیکھا کہ رات کے وضو سے آپ نے صبح کی نماز ادا کی اور جو لوگ مجھ سے پہلے امام صاحب کے ساتھ رہے ان کا بیان ہے کہ اول رات کے وضو سے صبح کی نماز چالیس سال تک امام صاحب نے ادا کی۔

(۱۱) حضرت امام نووی شارح مسلم حضرت عبداللہ بن مبارک سے

تہذیب میں نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب ۴۲ برس تک ہر روز ایک وضو سے پانچوں نمازیں ادا کرتے رہے۔

(۱۲) حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب ہر دن میں ایک ختم قرآن مجید اور ہر رات میں ایک ختم قرآن مجید کیا کرتے تھے اور رمضان المبارک میں برابر ۶۱ ختم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ دن کو ایک ختم تلاوت میں۔ رات کو ایک ختم تہجد میں۔ یہ ساٹھ ختم ہوئے اور ہر ایک رات میں ایک پارہ تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ یہ ایک ختم ہوا جملہ ۶۱ ختم ہوئے۔

(۱۳) درمختار میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۵ حج ادا کیے۔

(۱۴) فوائد سنیہ میں ہے کہ جب امام صاحب نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تھے، تو بہترین لباس پہن لیتے تھے اور آپ ایسے معطر و معنبر ہوتے تھے کہ جس طرف جاتے تھے خوشبو پھیل جاتی تھی۔

آپ کے مسکت جوابات

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کی ذکاوت و ذہانت مشہور ہے مشکل سے مشکل مسئلوں میں آپ کا ذہن اس قدر تیزی سے کام کرتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ بڑے بڑے علماء سے جس مسئلہ کا جواب دشوار

ہو جاتا تھا امام صاحب بڑی آسانی سے جواب دیدیا کرتے تھے۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

(۱) ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہو گیا اور قسم کھا کر کہا کہ جب تک تو مجھ سے نہ بولے گی میں تجھ سے نہ بولوں گا۔ عورت بہت بدمزاج تھی اس نے بھی قسم کھا کر دہی جملہ دہرا دیا جو شوہر نے کہا تھا۔ اس وقت تو غصہ میں کچھ نہیں سوجھا، مگر پھر دونوں افسوس کرنے لگے۔ شوہر امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مسئلہ دریافت کرنے کو گیا اور پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت سُفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بولنے پر قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ وہ وہاں سے واپس آکر حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دریافت کرنے کو گیا اور واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ اللہ کے واسطے کوئی تدبیر بتائیے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ جاؤ شوق سے بات چیت کرو۔ کسی پر کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ جب یہ بات حضرت سفیان ثوری رح کو معلوم ہوئی تو بہت غصہ ہوئے اور امام صاحب کے پاس جا کر کہا کہ آپ لوگوں کو غلط مسئلہ بتادیا کرتے ہیں۔ امام صاحب نے اس شخص کو بلوا بھیجا اور کہا کہ تم دوبارہ واقعہ کو بیان کرو۔ اُس نے بیان کیا۔ امام صاحب سُفیانؒ کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا میں نے جو پہلے جواب دیا تھا وہ اب بھی جواب دیتا ہوں۔ سُفیان ثوریؒ نے کہا کیوں۔ آپ نے فرمایا، جب عورت نے شوہر کو

مخاطب کر کے وہ جملہ دہرایا تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتدا ہو گئی۔ پھر مرد کا قسم کہاں باقی رہا جو کفارہ لازم آئے گا۔ سفیان ثوریؒ نے فرمایا واقعی جو بات آپ کو وقت پر سوجھ جاتی ہے، ہم لوگوں کا وہاں خیال تک نہیں پہنچتا ہے۔

(۲) ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میرے واسطے ایسا کھانا ہانڈی میں پکاؤ کہ اس میں ایک مکوک (ایک پیمانہ ہے) نمک ہو اور کھانا میں نمک زیادہ نہ ہو ورنہ تجھے طلاق ہے۔ لوگ اس میں بہت پریشان ہوئے۔ کسی نے امام صاحب سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہانڈی میں اس مقدار میں نمک ڈال کر پانی بھردے اور چولھا پر رکھ کر پانی گرم کردے اور اس میں انڈا پکا ڈالے اور شوہر کے سامنے انڈا رکھ دے۔ طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ نمک تیز نہ ہوگا۔

(۳) جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو امام صاحب نے یہ فرمایا کہ اگر یہ لڑکا مرجائے گا تو روئے زمین پر کوئی شخص اس کا قائم مقام نہ ہوگا۔ جب امام ابو یوسفؒ اچھے ہوئے تو فقہ کی مجلس علحدہ قائم کرلی۔ کوفہ کے بڑے بڑے لوگ ان کی مجلس میں حاضر ہونے لگے جب امام صاحب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے ایک شخص سے کہا کہ تم ابو یوسف کی مجلس میں جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو۔ ایک شخص نے دھوبی کو دو درہم اجرت پر کپڑا دھونے کو دیا۔ پھر دھوبی سے کپڑا

طلب کیا۔ دھوبی نے کہا کہ تم نے مجھ کو کپڑا دھونے کو نہیں دیا ہے۔ جب دوبارہ تقاضا کیا تو اس نے دھلا ہوا کپڑا دے دیا۔ اس صورت میں دھوبی مزدوری پائے گا یا نہیں۔ اس کے جواب میں اگر امام ابویوسف ہاں کہیں تو کہنا تو نے غلطی کی اور اگر نہیں کہیں تو پھر بھی کہنا تو نے غلطی کی۔ چنانچہ اس شخص نے یہ مسئلہ امام ابویوسفؒ سے دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس کے لئے اجرت ہے۔ سائل نے کہا کہ تو نے غلطی کی پھر تھوڑی دیر غور و فکر کرنے کے بعد کہا کہ اس کے لئے اجرت نہیں ہے۔ پھر سائل نے کہا کہ تو نے غلطی کی۔ امام ابویوسفؒ اسی وقت مجلس سے اٹھ کر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا شاید دھوبی والے مسئلہ کی وجہ کر حاضر ہوئے ہو۔ جواب دیا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ جو شخص مفتی بن جائے لوگوں کو فتویٰ دینے بیٹھے اس کو ایک مسئلہ اجارہ کا بھی معلوم نہ ہو۔ پھر امام ابویوسف نے فرمایا کہ مجھے جواب بتائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اس نے کپڑا انکار کے قبل دھویا تھا تو مالک کے لئے دھویا تھا مزدوری پائے گا اور اگر انکار کے بعد دھویا تھا تو اپنے لئے دھویا مزدوری نہیں پائے گا۔

(۴۴) ایک شخص اپنا مال زمین میں دفن کرنے کے بعد وہ جگہ بھول گیا۔ اس نے امام صاحب کے پاس آ کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں جو میں تجھے بتاؤں۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے

ایک ترکیب بتائی۔ آپ نے فرمایا کہ آج کی رات دو دو رکعت کی نیت کر کے ساری رات نماز میں گزار دو وہ جگہ یاد آجاوے گی۔ اس نے ہدایت کے مطابق نماز پڑھنی شروع کی۔ تھوڑی رات گزری تھی کہ وہ جگہ اس کو یاد آگئی۔ اس نے اسی وقت نماز چھوڑ کر اپنا مال نکال لیا اور صبح کو امام صاحب کے پاس حاضر ہو کر حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں جانتا تھا کہ شیطان تجھ کو نماز پڑھنے نہ دیگا، مگر بہت افسوس ہے کہ تم نے تمام رات عبادت الٰہی میں شکرانہ ادا کرتے ہوئے نہیں گزار دی۔

(۵) ایک شخص کوفہ کا رہنے والا اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھ کر حج کو چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اپنا مال طلب کیا۔ اس نے صاف انکار کر دیا اور قسم کھائی کہ تم نے اپنا مال میرے پاس امانت نہیں رکھا ہے۔ حاجی سخت پریشان ہوا اور امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حال سنایا۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ۔ ہم اس کی ترکیب کرتے ہیں۔ پھر امام صاحب نے اس شخص کو بلوایا اور تنہائی میں اس سے بات شروع کی اور کہا کہ چند آدمی میرے پاس اس مشورے کے لئے آئے ہیں کہ کون ایسا شخص ہے جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تو اس کو پسند کرے تو میں تمہارے لئے وہ جگہ ٹھیک کر دوں کیونکہ تمہارے ہی ایسے امانت دار اور دیانتدار آدمی کی ضرورت ہے۔ پہلے اس نے انکار کیا

پھر راضی ہوگیا۔ امام صاحب نے امانت رکھنے والے آدمی کو بلوا بھیجا اور کہا کہ اب تو جا کر تقاضا کر۔ اس نے جا کر کہا کہ شاید تم میری امانت کو بھول گئے ہو۔ ذرا غور کرو۔ میں نے فلاں وقت فلاں جگہ تجھ کو امانت دی تھی۔ اس کو یہ خیال آیا کہ اگر مال نہیں دیتا ہوں تو قاضی کا عہدہ مجھ کو نہیں ملے گا، کیونکہ اس وقت میری خیانت ثابت ہوگی۔ اس نے فوراً اقرار کرلیا اور مال نکال کر دے دیا۔ پھر امام صاحب کے پاس آکر عہدۂ قضا کا طالب ہوا۔ امام صاحب نے فرمایا وہ جگہ تمہارے لائق نہیں ہے۔ آئندہ خیال کیا جائے گا۔

(۶) امام صاحب کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا حضور میرے بھائی نے انتقال کیا۔ اور اس نے چھ سو دینار چھوڑا ہے، مگر مجھ کو صرف ایک دینار ترکہ دیا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا فرائض کس نے بنایا ہے۔ اس نے کہا حضرت داؤد طائی رح نے۔ آپ نے فرمایا تیرا حصہ ایک ہی دینار ہوتا ہے۔ پھر امام صاحب نے بلا دریافت کئے یہ فرمایا کہ تیرے بھائی نے یہ سب وارث چھوڑا ہوگا۔ دو لڑکی۔ ماں۔ بیوی۔ بارہ بھائی۔ ایک بہن۔ اس عورت نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اس صورت میں تیرا حصہ ایک ہی دینا ہوتا ہے۔ چار سو دینار دونوں لڑکیوں کو ملے گا اور ایک سو دینار ماں کو اور ۷۵ دینار بیوی کو اور ۲۴ دینار بھائیوں کو ہر ایک کو دو دینار اور ایک دینار بہن کو یعنی تجھ کو ملے گا

(۷) ابن ہبیرہ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے نگینہ میں لکھا ہوا تھا
عطاء ابن عبداللہ۔ وہ انگوٹھی ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو دکھلایا اور
کہا کہ یہ دوسرے کے نام کی انگوٹھی ہے اس کو استعمال کرنا میں مکروہ
جانتا ہوں۔ کیا اس کے استعمال کرنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ امام صاحب
نے فرمایا ب کے سر کو گول کر دے ہو جائے گا عطاء من عبداللہ جس
کے معنی ہوں گے یہ انگوٹھی بخشش میں ملی عبداللہ کی طرف سے۔ ابن ہبیرہ
امام صاحب کی ذہانت اور تیزی طبع سے بہت متعجب ہوئے۔

(۸) ایک شخص کے گھر میں چور گھس گیا اور اس کے تمام کپڑے لے لئے
اور مالک مکان سے چور نے کہا کہ تم قسم کھاؤ کہ کسی سے نہیں کہیں گے کہ
یہ میرے گھر کا چور ہے۔ اس نے قسم کھالی۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ
چور کپڑوں کو بازار میں بیچ رہا ہے۔ مگر وہ قسم کی وجہ کر بول نہیں سکتا تھا
اس نے امام صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا۔ امام صاحب نے فرمایا اپنے
قبیلہ کے بڑے بڑے لوگوں کو میرے پاس بلاؤ اور سبھوں کو ایک
جگہ جمع کرو۔ پھر ایک ایک کر کے وہ لوگ باہر نکلیں اور ان سے پوچھا جائے
یہ تیرا چور ہے۔ اگر نہ ہو تو کہہ دے نہیں اور اگر ہو تو چپ رہیں۔ لوگوں نے
ایسا ہی کیا۔ چور معلوم ہو گیا اور تمام مال مل گیا اور قسم بھی نہیں ٹوٹی
چونکہ اس نے خبر نہیں دی۔

(۹) ایک شخص نے شوق سے مور پالا تھا، وہ چوری ہو گیا۔ اس کو بہت

غم ہوا اور اس کی تلاش میں لگا رہا۔ کسی نے اس سے کہا کہ امام اعظم صاحب سے جا کر دریافت کرو۔ اس نے امام صاحب سے جا کر حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے کہ جس کا حل بتاؤں۔ اس نے بہت اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب سب لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں تو مجھے یاد دلانا۔ اس نے لوگوں کے جمع ہونے کے بعد امام صاحب کو یاد دلایا۔ آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بڑے شرم کی بات ہے کہ بعض آدمی اپنے پڑوس کا مور چرا کر نماز پڑھنے کو آیا ہے اور حال یہ ہے کہ اس مور کا پر چور کی ٹوپی میں لگا ہوا ہے۔ جو چور تھا اس نے اپنی ٹوپی پر ہاتھ لگایا۔ امام صاحب نے فرمایا جو اپنی ٹوپی ٹٹول رہا ہے اسی کے پاس مور ہے۔ نماز کے بعد اس کے گھر میں تلاش کرنا۔ تلاش کیا گیا مور مل گیا۔ لوگوں نے امام صاحب کی ذہانت اور تیزی طبع کو مان لیا اور بہت تعریف کی۔

(۱۰) ایک رافضی نے حضرت امام اعظم رح سے پوچھا کہ سب سے زیادہ قوی کون آدمی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ انہوں نے یہ جان لیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے مستحق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے خلافت ان کے سپرد کر دی تھی اور تم لوگوں کے نزدیک سب سے قوی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے بقول تمہارے حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کو جبراً چھین لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
ان سے نہ لے سکے۔ یہ جواب سن کر رافضی متحیر ہو گیا اور پھر
کچھ بول نہ سکا۔

(۱۱) ایک شخص نے قسم کھائی کہ انڈا نہیں کھائیں گے۔ پھر قسم کھائی کہ
فلاں شخص کی جیب میں جو چیز ہے وہ ضرور کھائیں گے۔ اتفاق
سے اس کی جیب میں انڈا ہی تھا۔ امام صاحب سے دریافت کیا گیا
کہ وہ شخص قسم کے کفارہ سے بچنے کے لئے کون سی صورت اختیار کرے
آپ نے جواب دیا کہ وہ انڈا کسی مرغی کے نیچے رکھ دے۔ جب بچہ
ہو جائے تو اس کو بھون کر کھا جائے قسم کا کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

(۱۲) ایک عورت کے دو بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ دونوں کی پیٹھ
ملی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک بچہ مر گیا۔ کوفہ کے علماء نے فتویٰ دیا کہ
دونوں کو دفن کر دیا جائے۔ اور کسی نے جواب دیا کہ پیٹھ کو کاٹ کر
دونوں کو جدا کر دیا جائے اور مردہ کو دفن کر دیا جائے۔ جب امام
صاحب سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ دونوں کو غسل دیا جائے
اور مردہ بچہ کو کفن دے کر قبر میں لٹا یا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات
سے امید ہے کہ قبر میں لٹانے کے بعد دونوں بچے جدا ہو جائیں گے۔
اس کے بعد زندہ کو نکال لیا جائے اور مردہ کو دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ
ایسا ہی کیا گیا۔ خدا کی قدرت سے وہی نقشہ سامنے آیا جو امام صاحب نے

فرمایا تھا۔ لوگ آپ کی باریک بینی پر بہت خوش ہوئے اور بے حد تعریف کی۔

(۱۳) ایک شخص نے کہا کہ اگر آج جنابت کا غسل کروں تو بیوی کو تین طلاق۔ پھر کہا کہ اگر آج کوئی نماز چھوڑوں تو بیوی کو تین طلاق۔ پھر کہا کہ اگر آج بیوی سے جماع نہ کروں تو بیوی کو تین طلاق۔ یہ مسئلہ امام صاحب سے دریافت کیا گیا۔ اور کہا گیا کہ کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ اس کی بیوی کو طلاق نہ پڑے۔ امام صاحب نے فرمایا ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص عصر کی نماز کے بعد مغرب سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کرے پھر آفتاب ڈوبنے کے بعد فوراً غسل کرے اور مغرب کی نماز ادا کرے پھر عشا پڑھے۔ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ آج کے دن سے پانچ وقت کی نماز مراد ہے۔

(۱۴) ایک شخص نے کسی کو ایک تھیلی اشرفی کی سپرد کی جس میں ہزار اشرفیاں تھیں اور وصیت کی کہ جب میرا لڑکا بڑا ہو تو جو تو پسند کرے اُسے دے دینا۔ جب لڑکا جوان ہوا تو اس شخص نے خالی تھیلی اس کو دے دی اور سب اشرفیاں رکھ لیں۔ لڑکا بہت پریشان ہوا اور امام صاحب کے پاس آکر قصہ بیان کیا۔ آپ نے اس شخص کو بلایا اور کہا کہ ایک ہزار اشرفی اس کے حوالہ کر دو۔ کیونکہ جو چیز تم نے رکھا ہے وہی تجھ کو پسند ہے۔ لہٰذا پسندیدہ چیز تو اس کو واپس

کردے، کیونکہ مرنے والے کی یہی وصیت تھی۔ یہ فیصلہ سن کر لوگ بہت خوش ہوئے اور امام صاحب کے ذہانت کی بیحد تعریف کی۔

(۱۵) امام صاحب کے زمانہ میں ایک ایسا مسئلہ پیش آیا کہ تمام علماء اس وقت اس کے جواب سے قاصر رہے۔ پھر امام صاحب کے پاس وہ مسئلہ پیش ہوا۔ آپ نے برجستہ جواب دے کر حاضرین کو چکر میں ڈال دیا۔ وہ مسئلہ یہ ہے۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر آج کی رات تو مجھ سے طلاق طلب کرے اور میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے اور عورت نے کہا کہ آج کی رات اگر تجھ سے طلاق نہ چاہوں تو میرا غلام آزاد ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے عورت سے کہا تو اس سے طلاق چاہ اور مرد سے کہا کہ کہہ اگر تو طلاق چاہے تو تجھے طلاق ہے۔ پھر امام صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں چلے جاؤ تم دونوں میں سے کسی پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔ لوگ امام صاحب کے برجستہ جواب کو سن کر بہت متحیر ہوئے۔

(۱۶) ایک شخص کام کر کے پریشان مکان آیا اور بیوی سے کہا کہ ایک گلاس پانی لاؤ۔ پھر وہ کوٹھا پر چلا گیا۔ بیوی کسی کام میں تھی اس لئے پانی لے جانے میں دیر ہوئی اور اس کو پیاس کا غلبہ تھا۔ عورت گلاس میں پانی لے کر کوٹھا کی سیڑھی پر تھی کہ مرد نے اوپر سے پکار کر کہا کہ اگر تو پانی لے کر اوپر چڑھے تو طلاق، یا پانی لے کر نیچے اترے تو طلاق

پانی کا گلاس زمین پر رکھ دے تو طلاق۔ پانی پھینک دے تو طلاق کسی کو دے دے تو طلاق۔ پی جائے تو طلاق۔ وہ عورت سیڑھی پر کھڑی روتی رہی۔ لوگ اس زمانہ کے علماء کے پاس مسئلہ دریافت کرنے گئے، سبھوں نے یہ جواب دیا کہ جب تک وہ عورت سیڑھی پر رہے طلاق سے محفوظ ہے۔ ہٹتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ لوگ بہت پریشان ہوئے۔ پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس قدر پریشانی کی کیا بات ہے۔ طلاق واقع نہ ہوگی۔ عورت سے جا کر کہو کہ گلاس کا تمام پانی آہستہ آہستہ اپنے آنچل میں لے لے اور آنچل کو سیڑھی پر کھڑی کھڑی سکھلائے۔ جب سوکھ جائے تو نیچے اتر جائے طلاق واقع نہ ہوگی۔ تمام علماء اس جواب سے متحیر ہوئے اور آپ کی ذہانت کی تعریف کرنے لگے۔

(۱۷) حضرت عبداللہ بن مبارک نے امام صاحب سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ ایک ہانڈی میں گوشت پک رہا تھا۔ اس میں اتفاقاً ایک جانور گر کر مر گیا۔ اس گوشت کو کھایا جائے یا پھینک دیا جائے۔ امام صاحب نے علماء حاضرین سے کہا کہ آپ لوگ اس کا جواب کیا دیتے ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کا جواب یہ دیا تھا کہ شوربہ اس کا پھینک دیا جائے اور

گوشت دھو کر کھایا جائے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ہانڈی ٹھنڈی ہو اور جانور گر کر مر جائے۔ اس صورت میں نجاست اثر نہ کرے گی اور اگر ہانڈی جوش مار رہی ہو تو گوشت نجس ہو جائے پھینک دیا جائے۔ لوگ آپ کا مدلل جواب سن کر حیرت میں آ گئے اور کچھ بول نہ سکے۔

(۱۸) حضرت امام صاحب اور دیگر علماء ایک ولیمہ میں شریک تھے جس میں ایک شخص کی دو لڑکیوں کا نکاح دو بھائیوں سے کیا گیا تھا۔ ولی مکان سے باہر آیا اور کہا کہ ہم لوگ سخت مصیبت میں پڑ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا۔ جواب دیا کہ رات ہر ایک دولھا کی دلہن دوسرے کے پاس چلی گئی اور ہر ایک نے اپنی بیوی سمجھ کر اس سے صحبت کر لی۔ یہ سن کر حضرت سفیان رح نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی قسم کا مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیش آیا تھا تو آپ نے جواب دیا تھا کہ ہر شخص پر صحبت کرنے کی وجہ کر مہر واجب ہے اور ہر عورت اپنے شوہر کے پاس رہے جس کے ساتھ اس کا نکاح ہوا ہے۔ حاضرین نے یہ جواب پسند کیا مگر حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ چپ رہے۔ حضرت مسعر نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ اس بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ سفیان ثوری نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ امام صاحب میرے خلاف کچھ نہیں کہیں گے۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں مرد میرے

پاس حاضر کئے جائیں اس کے بعد جواب دوں گا۔ دونوں حاضر کئے گئے۔ آپ نے ہر ایک سے دریافت کیا کہ تجھ کو وہ عورت پسند ہے جس کے ساتھ رات تو نے صحبت کی ہے۔ ہر ایک نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔ پھر آپ نے ہر ایک کو حکم دیا کہ تم کہو جو عورت میرے نکاح میں ہے میں نے اس کو طلاق دی۔ جب دونوں طلاق دے چکے تو پھر آپ نے یہ فرمایا کہ تم دونوں نے جس جس عورت کے ساتھ صحبت کی ہے اس سے نکاح کر لو۔ کیونکہ یہ شرعی مسئلہ ہے کہ جب شوہر قبل خلوت صحیحہ کے طلاق دے دے تو عدت لازم نہیں ہوتی ہے اور جس عورت سے شبہہ میں وطی کی جائے اس کے ساتھ عدت میں نکاح درست ہے۔ امام صاحب کے اس فتویٰ کو تمام حاضرین نے سُن کر تعجب کیا اور حضرت مسعر نے کھڑے ہو کر امام صاحب کے سَر مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ لوگ مجھ کو امام صاحب کی اتباع میں ملامت کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ امام صاحب کی بصیرت اور تبحر علمی عظیم الشان ہے۔

(۱۹) ایک شخص اپنی دیوار میں کھڑکی کھولنا چاہتا تھا۔ پڑوسی نے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس درخواست دے کر منع کرا دیا۔ وہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا بجائے کھڑکی کے دروازہ کھول دے۔ پھر پڑوسی نے قاضی کے پاس

درخواست دے کر رکوا دیا۔ وہ شخص پھر امام صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا تمہاری اس دیوار کی قیمت کیا ہوگی جس میں کھڑکی یا دروازہ کھولنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ تین دینار۔ آپ نے فرمایا تین دینار مجھ سے لو اور دیوار کو گرا دو۔ جب وہ دیوار گرانے گیا تو پھر پڑوسی قاضی کے پاس گیا۔ قاضی نے کہا اب میں کیا کروں۔ تو اپنے نفع و نقصان کو دیکھ۔ وہ پڑوسی کھڑکی کی اجازت دینے پر مجبور ہو گیا۔ کیونکہ دیوار گرانے سے پورا مکان بے پردہ ہو جاتا۔ قاضی نے پڑوسی سے کہا یہ سکھلایا ہوا ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا۔ وہ بہت بڑا قابل انسان ہے۔

(۲۰) ایک شخص نے قسم کھائی کہ ہم رمضان شریف میں دن کو بیوی کے ساتھ صحبت کریں گے۔ پھر اس کو بہت پریشانی ہوئی اور امام صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کا حل بہت آسان ہے۔ تم اپنی بیوی کو لے کر سفر میں چلے جاؤ اور وہاں بیوی سے صحبت کر لو۔ قسم کا کفارہ نہیں لازم آئے گا۔ چونکہ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ اور روزہ کے منافی کام کی اجازت ہے۔

(۲۱) ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں مدینہ منورہ میں جمع ہوئے۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے امام صاحب سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم میرے دادا کی حدیثیں چھوڑ کر

قیاس پر عمل کرتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں اور میری باتوں کو سنیں۔ امام صاحب سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا میں تین باتیں حضور سے دریافت کرتا ہوں۔ اول یہ کہ نماز افضل ہے یا روزہ۔ جواب دیا کہ نماز۔ امام صاحب نے فرمایا اگر میں قیاس پر عمل کرتا تو حیض والی عورتوں کو نماز کی قضا کا حکم کرتا چونکہ افضل ہے نہ کہ روزہ کی قضا کا۔ میں تو حکم کرتا ہوں نماز کے معاف ہو جانے کا اور روزہ کی قضا کا۔ جیسا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ دوسرے یہ کہ منی زیادہ ناپاک ہے یا پیشاب۔ جواب دیا کہ پیشاب۔ امام صاحب نے فرمایا اگر میں قیاس پر عمل کرتا تو پیشاب کے بعد غسل کا حکم کرتا چونکہ وہ زیادہ ناپاک ہے نہ کہ منی کے بعد۔ تیسرے یہ کہ عورت کمزور ہے یا مرد۔ جواب دیا کہ عورت۔ امام صاحب نے فرمایا اگر میں حدیث وقرآن کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرتا تو ترکہ کے مسئلہ میں عورتوں کو مرد سے زیادہ مال دلواتا، چونکہ وہ کمزور ہیں۔ میں حدیث کے خلاف قیاس پر عمل نہیں کرتا ہوں بلکہ خدمت کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی۔ یہ سن کر حضرت امام محمد باقر کھڑے ہوئے اور امام صاحب سے مصافحہ و معانقہ کیا اور فرمایا کہ مجھے غلط خبر پہنچی تھی۔

(۲۲) ایک مرتبہ ایک عورت امام صاحب کے پاس آئی اور ایک

سیب سامنے رکھ دیا جس کا آدھا سُرخ اور آدھا زرد تھا۔ امام صاحب نے اس سیب کو دو ٹکڑا کر کے اس کے حوالہ کر دیا۔ وہ چلی گئی۔ حاضرین متعجب ہوئے اور امام صاحب سے دریافت کیا کہ اس کا مطلب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ عورت یہ دریافت کرنے آئی تھی کہ ایک عورت کو حیض کا خون کبھی سرخ کبھی زرد آتا ہے۔ اس کی پاکی کب ہوگی۔ میں نے سیب کو دو ٹکڑا کر کے یہ جواب دیا کہ جس طرح سیب کے اندر سفیدی ہے ایسی سفیدی کے بعد عورت حیض سے پاک ہوگی۔ یہ ہے امام صاحب کا علم!

(۲۳) حضرت امام اعمش محدث بہت تند مزاج تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ لوگوں کو حدیث سُنا رہے تھے۔ بیوی نے دستک دے کر مکان کے اندر بلایا اور کہا کہ آٹا نہیں ہے۔ آپ بہت غصہ ہوئے اور بہت سا آٹا بوریاں منگوا دیا اور کہا کہ اگر اب تو نے آٹا کے ختم ہونے کی خبر دی یا لکھ کر کہا یا پیغام بھیجا یا دوسرے سے کہلایا یا اشارہ سے بتلایا تو تجھ کو طلاق ہے۔ وہ عورت سخت پریشان ہوئی اور مغموم رہی۔ پھر علماء سے اس کو دریافت کیا۔ سبھوں نے جواب دیا کہ آٹا کے ختم ہونے کے بعد طلاق ہو جائے گی۔ جب آٹا کے ختم ہونے کا وقت قریب آیا تو اس عورت نے امام صاحب کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا۔ امام صاحب نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں ہے

جب بورا لگانا ختم ہو جائے اور رات کو حضرت اعمش سو جائیں تو ان کے کپڑوں میں بورا کو باندھ دینا ان کو خبر ہو جائے گی اور طلاق نہ پڑے گی۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ امام اعمش جب سو کر اُٹھے اور بورا اپنے کپڑوں میں لٹکا ہوا پایا تو کہا جب تک امام ابو حنیفہ زندہ ہیں عورتوں کو پریشانی نہ ہوگی۔ یہ امام اعظم ہی کی ترکیب ہے۔

(۲۴) امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت امام صاحب کے پاس مسئلہ قرأت خلف الامام میں بحث کرنے کے لئے آئی۔ امام صاحب نے فرمایا آپ لوگ کثیر تعداد میں ہیں اور میں تنہا ہوں۔ آپ لوگ اپنی جماعت سے ایک آدمی کو بحث کے لئے مقرر کر لیجئے اس کی بحث سب کی بحث ہوگی اور اسی پر ہار جیت ہوگی۔ تب قوم نے اپنی جماعت کے ایک بڑے قابل عالم کو بحث کے لئے منتخب کر کے امام صاحب کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا مسئلہ حل ہو گیا۔ اب بحث کی ضرورت نہ رہی۔ جس طرح تم نے ایک شخص کو بحث کے لئے منتخب کیا اس کا بولنا سب کا بولنا ہے۔ اسی طرح امام کا قرآن شریف پڑھنا سب کی طرف سے پڑھ دینا ہے۔ مقتدی کو امام کے پیچھے قرآن شریف پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ علماء آپ کا منہ تاکنے لگے اور کچھ جواب نہ چلا۔ یہ تھی امام صاحب کی ذہانت۔

(۲۵) ایک دہریہ نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ اللہ کے

قبول کیا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تم گنتی جانتے ہو۔ کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک کے پہلے کیا ہے۔ کہا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا اسی طرح اللہ کے پہلے کچھ نہیں۔ پھر اس نے سوال کیا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کیا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے۔ تم ممبر سے نیچے آؤ اور مجھ کو ممبر پر جانے دو۔ تب جواب دوں گا۔ دہریہ نیچے آگیا اور آپ ممبر پر تشریف لے گئے اور جواب دیا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ یہ کام کر رہا ہے کہ کاذب کو ممبر سے نیچے اتار رہا ہے اور صادق کو ممبر پر بٹھا رہا ہے۔ پھر دہریہ نے سوال کیا کہ اللہ کا منہ کس طرف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب شمع روشن ہوتی ہے تو اس کی روشنی کا منہ کس طرف ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہر طرف ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب نور مجازی کے لئے کوئی خاص سمت نہیں بلکہ ہر طرف ہے تو نور حقیقی کا رُخ ہر طرف بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

(۲۶) منقول ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے اُستاد حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک بہت بڑا نامی گرامی و مشہور دہریہ خلیفہ وقت ہارون رشید کے دربار میں حاضر ہوا اور بہت بڑے بڑے علماء سے مباحثہ اور مناظرہ کر کے اُن کو ساکت کیا۔ اس کے بعد خلیفہ ہارون رشید سے کہا کہ آپ کے دار الخلافت میں کوئی بڑا عالم باقی رہ گیا ہو تو اس کو مناظرہ کیلئے

بلائیں۔ ہارون رشید نے حضرت حماد شیخ الوقت کو اعزاز و اکرام
سے بلایا اور اس دہریہ سے مناظرہ کرنے کا حکم کیا۔ اس کے بعد
امام اعظم صاحب آئے اور شیخ سے کہا کیا سبب ہے کہ میں آج
آپ کو پریشان پاتا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ میں بہت سوچ میں پڑ گیا ہوں
خلیفہ نے مجھ کو ایک دہریہ سے مناظرہ کرنے کو بلایا ہے جس نے
اکثر بڑے بڑے علماء کو ساکت کر دیا ہے اور میں نے رات ایک
وحشت ناک خواب بھی دیکھا ہے جس کی تعبیر میں سخت حیران و
پریشان ہوں۔ امام صاحب نے دریافت کیا کہ وہ کیا خواب ہے
شیخ نے کہا میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ ایک گھر بہت عالی شان
ہے اور اس میں ایک درخت پھلدار ہے۔ اچانک اس گھر کے
ایک گوشہ سے ایک سوٗر نکلا۔ اُس نے اس درخت کے پھلوں کو
کھا لیا۔ خالی درخت کھڑا رہا۔ پھر اس درخت کی جڑ سے ایک
شیر نکلا جس نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس سوٗر کو قتل
کر ڈالا۔ امام صاحب نے اس خواب کو سنتے ہی فرمایا کہ آپ کو
یہ خواب مبارک ہو۔ تعبیر اس کی یہ ہے۔ عالی شان عمارت سے
مُراد دین ہے اور پھلدار درخت سے مراد علماء وقت ہیں اور جڑ
اس کی جو باقی ہے اس سے مراد آپ ہیں اور سوٗر سے مُراد وہ
دہریہ ہے اور شیر میں ہوں۔ انشاء اللہ میں اس کو ہلاک کروں گا

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ یہ تعبیر سُنتے ہی بہت خوش ہوئے اور وحشت و پریشانی ان کی دور ہوئی۔ پھر حضرت حماد اور امام صاحب جامع مسجد تشریف لے گئے اور خلیفہ ہارون رشید بھی اکابر علماء اور اعیان دربار کے ساتھ وہاں حاضر ہوئے۔ دہریہ منبر پر جا کر کھڑا ہوا اور کہا کہ میرے سوالوں کا جواب دینے والا کون ہے۔ امام صاحب نے بہ آواز بلند فرمایا کہ میں تیرے سوالوں کا جواب دوں گا۔ یہ سُن کر دہریہ بولا اے لڑکے تیری کیا مجال ہے کہ تو مجھ سے مناظرہ کرے جبکہ بڑے بڑے علماء و فضلاء و شیوخ میرے سوالات کے جواب دینے سے عاجز و ساکت رہ چکے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تو سوال کر میں جواب دوں گا۔ دہریہ نے سوال کیا۔ کیا اللہ موجود ہے۔ امام صاحب نے فرمایا بے شک موجود ہے۔ دہریہ نے کہا کہاں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اس کے لئے مکان خاص نہیں ہے۔ دہریہ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وجود کے لئے مکان ہونا ضروری ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اس کی دلیل تیرے جسم میں موجود ہے۔ تیرے جسم میں روح ہے یا نہیں۔ دہریہ نے کہا ضرور موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہاں ہے۔ سر میں یا پیٹ میں یا ہاتھ میں یا پاؤں میں۔ دہریہ یہ جواب سُن کر خاموش ہو گیا۔ پھر امام صاحب نے ایک پیالہ میں دودھ منگوایا اور اس سے پوچھا

کہ اس میں گھی ہے یا نہیں ۔ دہریہ نے کہا کہ ہے ۔ آپ نے فرمایا
کہ کہاں ہے اوپر یا نیچے ہیں یا بیچ ۔ پھر دہریہ خاموش ہوگیا۔ پھر
امام صاحب نے فرمایا کہ جس طرح تیرے جسم میں روح کے لئے کوئی
مکان خاص نہیں ہے اور دودھ میں گھی کے لئے کوئی خاص جگہ
نہیں ہے اسی طرح خدائے تعالیٰ کے لئے کوئی خاص مکان نہیں ہے۔
پھر دہریہ نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قبل اور بعد کیا چیز ہے۔
امام صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قبل اور بعد کوئی چیز نہیں ہے
اور اس کی دلیل بھی تمہارے جسم میں موجود ہے ۔ میں پوچھتا ہوں کہ
تمہارے انگوٹھے کے قبل کون انگلی ہے اور تمہاری چھوٹی انگلی کے
بعد کون انگلی ہے۔ دہریہ نے کہا کچھ نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا
اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قبل اور بعد کوئی شئی نہیں ہے ۔

(۲۷) منقول ہے کہ حضرت قتادہ بصری ایک مرتبہ کوفہ تشریف
لائے اور اشتہار دیا کہ مسائل فقہ میں جس کو جو پوچھنا ہو پوچھے
میں ہر مسئلہ کا جواب دوں گا ۔ چونکہ وہ بہت مشہور محدث اور امام
تھے، جوق جوق لوگ آتے رہے اور مسئلے دریافت کرتے رہے۔
اس مجلس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے کھڑے ہوکر
دریافت کیا کہ ایک شخص سفر میں گیا۔ دو تین سال کے بعد اس کے
مرنے کی خبر آئی ۔ اس کی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا اور اس سے

اولاد بھی ہوئی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس کا پہلا شوہر سفر سے واپس آگیا۔ اور اس کو اولاد کے بارے میں انکار ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میری صُلب سے نہیں ہے۔ اور زوج ثانی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ لڑکا میرا ہے۔ تو ایسی صورت میں دونوں اس عورت پر زنا کا الزام لگا رہے ہیں یا صرف وہ شخص جو لڑکے کا انکار کر رہا ہے۔ حضرت قتادہ نے کہا کیا ایسی صورت پیش آئی ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ نہیں لیکن علماء کو پہلے سے تیار رہنا چاہیئے۔ تاکہ وقت پر تردد نہ ہو۔ حضرت قتادہ کو فقہ سے زیادہ تفسیر میں دعویٰ تھا۔ وہ بولے ان مسائل کو رہنے دو۔ تفسیر کے متعلق جو پوچھنا ہو پوچھو۔ امام صاحب نے فرمایا اس آیۃ کے کیا معنی ہیں۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ۔ حضرت قتادہ نے کہا یہ وہ قصہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اپنے درباریوں سے بلقیس کے تخت لانے کی فرمائش کی تو ایک شخص جس کا نام غالباً آصف بن برخیا تھا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے وزیر تھے دعویٰ کیا کہ میں چشم زدن میں بلقیس کا تخت لا دوں گا۔ اہل کتاب کی روایت ہے کہ آصف بن برخیا اسم اعظم جانتے تھے جس کے ذریعہ وہ فوراً ملک شام سے یمن پہنچ کر تخت اٹھا لائے۔ جب حضرت قتادہ نے

اس آیۃ کا یہ مطلب بیان کیا تو امام صاحب نے کہا حضرت سلیمان علیہ السّلام خود بھی اسم اعظم جانتے تھے یا نہیں۔ حضرت قتادہ نے کہا کہ نہیں۔ امام صاحب نے کہا کیا آپ اس بات کو جائز رکھتے ہیں کہ نبی کے زمانہ میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو خود نبی نہیں ہو مگر نبی سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ حضرت قتادہ کچھ جواب نہ دے سکے۔ یہ تھا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تبحر علمی۔

۲۸) منقول ہے کہ ایک دن امام سفیان ثوریؒ اور قاضی ابن ابی لیلیٰ اور امام اعظم ابوحنیفہ ایک مجلس میں جمع تھے۔ ایک شخص نے آکر یہ مسئلہ پوچھا کہ چند آدمی ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ایک سانپ نکلا اور ایک شخص کے بدن پر چڑھنے لگا۔ اس نے گھبرا کر اس کو پھینک دیا۔ وہ دوسرے شخص پر جا کر گرا اس نے بھی گھبرا کر پھینک دیا تو دوسرے پر جا کر گرا۔ اسی طرح ایک دوسرے پر پھینکتے رہے۔ یہاں تک کہ اس سانپ نے آخری شخص کو کاٹ لیا اور وہ مر گیا۔ اس صورت میں دیت یعنی جان کی قیمت کس پر لازم ہوگی۔ یہ فقہ کا ایک باریک مسئلہ تھا۔ سب سوچ میں پڑ گئے۔ کسی نے کہا سب کو دیت دینی ہوگی۔ کسی نے کہا صرف پہلے شخص پر دیت لازم ہوگی۔ سب کی رائے مختلف تھی اور بحث کے بعد بھی فیصلہ نہ ہو سکا۔ امام اعظمؒ خاموش تھے اور مسکرا رہے تھے۔ لوگوں نے

کہا آپ بھی اپنا خیال ظاہر فرمائیں۔ امام صاحب نے فرمایا جب
پہلے شخص نے دوسرے پر پھینک دیا اور وہ محفوظ رہا تو پہلا
شخص بری ہو گیا۔ اسی طرح دوسرا اور تیسرا بھی۔ بحث اگر ہے تو صرف
آخر شخص کے متعلق۔ اس کی دو صورت ہے۔ اگر سانپ کے پھینکتے
ہی سانپ نے اس کو کاٹا تو اس پر دیت لازم ہو گی اور اگر کچھ
وقفہ کے بعد کاٹا تو یہ بھی بری ہو گیا۔ اس رائے سے سبھوں نے
اتفاق کیا اور امام صاحب کی جودت طبع کی تعریف کی۔ امام صاحب
کی رائے و تدبیر، عقل و فراست، ذہانت و طباعی مشہور ہے۔
موافق و مخالف سبھوں نے ان کو تسلیم کیا ہے۔

(۹۱) منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک رح نے
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ ایک شخص
کے دو درہم تھے اور ایک شخص کے ایک درہم۔ تینوں درہم ایک
ساتھ تھے۔ پھر دو درہم غائب ہو گئے۔ اس صورت میں آپ
کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ کس کا کتنا غائب ہوا اور باقی ایک درہم
سے کس کو کتنا ملے گا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ جو ایک درہم
باقی ہے اس کے تین حصے لگائے جائیں گے۔ جس کا دو درہم
تھا اس کو دو حصہ ملے گا اور جس کا ایک درہم تھا اس کو ایک
حصہ ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ پھر میں

اس مسئلہ کے دریافت کے لئے ابن شبرمہ کے پاس گیا۔ انہوں نے
کہا کہ تم نے یہ مسئلہ اور بھی کسی سے پوچھا ہے۔ میں نے کہا کہ
امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا ہے۔ ابن شبرمہ نے کہا کہ
انہوں نے کیا جواب دیا۔ میں نے جواب بتلایا تو وہ بولے کہ
غلطی کی انہوں نے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دو درہم جو ضائع
ہو گئے ان میں دو درہم والے کا ایک درہم تو یقینی تھا اور
دوسرے میں شک ہے کہ کس کا تھا اور ایک درہم جو باقی
ہے وہ دونوں کا ہے۔ لہذا باقی ایک درہم دونوں شریکوں
کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہو گا۔ پھر حضرت عبداللہ بن مبارک
امام صاحب کے پاس آئے۔ امام صاحب نے برجستہ یہ کہا کہ
تم نے ابن شبرمہ سے یہ مسئلہ پوچھا ہے اور انہوں نے یہ جواب
دیا ہے یہ جواب غلط ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ غور کرو
جب تین درہم دو آدمیوں کے مخلوط ہو گئے تو دونوں کی شرکت
ہو گئی اور ایک درہم والے کی شرکت ہر درہم میں ایک تہائی
ہوئی اور دو درہم والے کی شرکت ہر درہم میں دو تہائی ہوئی،
لہذا باقی ایک درہم سے دو تہائی دو درہم والے کو ملے گا اور
ایک تہائی ایک درہم والے کو۔ یہ جواب سن کر میں نے کہا کہ
ان کی عقل اور نصف دنیا والوں کی عقل مسائل فقہ میں وزن

کی جائے تو ان کی عقل غالب ہوگی۔

(۳۰) منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ دونوں مکہ معظمہ میں جمع ہوئے۔ امام اوزاعی نے امام صاحب سے کہا کیا حال ہے تمہارا جو رفع یدین نہیں کرتے ہو نماز میں رکوع کرنے کے وقت اور قیام کے وقت۔ امام صاحب نے فرمایا اس وجہ سے کہ اس بارے میں کوئی روایت ثبوت و صحت کو نہیں پہنچی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ امام اوزاعی نے کہا کہ کیسے ثبوت کو نہیں پہنچی۔ حالانکہ حدیث بیان کی مجھ سے زہری نے سالم سے اور سالم نے اپنے باپ حضرت عبداللہؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ رفع یدین کرتے تھے تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع کے وقت اور قیام کے وقت۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہم سے حدیث بیان کی حماد نے ابراہیم نخعی سے اور ان سے حدیث بیان کی علقمہ اور اسود نے ان سے حدیث بیان کی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف نماز شروع کرنے کے وقت میں۔

(۳۱) تذکرۃ الاولیا میں منقول ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں دشمنی سے لفظ یہودی استعمال کیا کرتا

تھا۔ نعوذ باللہ! جب یہ حضرت امام ابوحنیفہ رح کو معلوم ہوا تو آپ نے اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنی بیٹی کا نکاح فلاں یہودی کے ساتھ کردے۔ اس نے کہا اے امام صاحب کیا کوئی مسلمان اپنی بیٹی یہودی کو دے گا۔ امام صاحب نے فرمایا سبحان اللہ تو اپنی بیٹی یہودی کو دینا جائز نہیں رکھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی یہودی کو دینا کیا سمجھ کر جائز رکھتا ہے۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور توبہ کی۔

(۳۲) منقول ہے کہ ضحاک مروزی جب کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے کوفہ والوں کے قتل کا حکم کیا۔ یہ خبر سن کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ تو نے کیا سمجھ کر اہل کوفہ کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ کیا ان لوگوں کا دین پہلے دوسرا تھا جس سے وہ مرتد ہو گئے ہیں یا پہلے ہی دین پر قائم ہیں۔ اس نے کہا کہ دوبارہ بیان کیجئے۔ آپ نے دوبارہ اس کو سمجھایا۔ ضحاک مروزی کو جب امام صاحب کی بات سمجھ میں آگئی تو اس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور کہا کہ فی الواقع میں خطا پر تھا۔ آپ نے میری غلطی کو دور کی اور کوفہ والے میری تلوار سے بچ گئے۔

(۳۳) فتاویٰ سراجیہ میں منقول ہے کہ ایک اعرابی نے امام صاحب سے دریافت کیا ایک واو ہے یا دو واو ہے۔ امام صاحب نے فرمایا دو واو ہے۔ اس اعرابی نے کہا بارک اللہ فیک۔ حاضرین کو بہت تعجب ہوا اور پوچھنے لگے کہ اس کے کیا معنی ہوئے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ شخص تشہد کو دریافت کرنے آیا تھا کہ ایک واو ہے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ رضہ کی روایت میں ہے۔ اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ وَالصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ یا دو واو ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ۔ میں نے کہا کہ دو واو ہے جو کہ مروی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔

(۳۴) کشاف میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قتادہ کوفہ میں آئے اور بہت لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ تم لوگ جو چاہو مجھ سے دریافت کرو۔ اس وقت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہت کم سن تھے اور اس حلقہ میں موجود تھے۔ لوگوں سے کہا کہ پوچھو چیونٹی حضرت سلیمان علیہ السّلام کی نر تھی یا مادہ۔ حضرت قتادہ کو اس کے جواب دینے میں تاخیر ہوئی تو امام صاحب بول اٹھے کہ مادہ تھی۔ حضرت قتادہ نے پوچھا کس دلیل سے۔ آپ نے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتْ نَمْلَةٌ اگر نر ہوتی تو قَالَ نَمْلَةٌ فرماتا۔ امام صاحب کا یہ جواب سن کر وہ خاموش ہو گئے۔

(۳۵) کتاب المناقب میں مذکور ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا اے ابو حنیفہ تم نے مجھ پر درود شریف پڑھنے والے پر کس لئے سجدہ سہو واجب کیا۔ آپ نے عرض کیا کہ اس وجہ سے کہ اُس نے آپ پر بھول کر درود شریف پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام صاحب کے اس جواب کو بہت پسند فرمایا۔

(۳۶) منقول ہے کہ چند لڑکے ایک جگہ گیند کھیل رہے تھے اور امام صاحب ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً گیند اس جماعت کے درمیان گری۔ ادب کی وجہ کر کوئی لڑکا اس گیند کو لانے نہ گیا۔ ایک لڑکا بولا کہ میں لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ گستاخانہ جماعت کے پاس گیا اور گیند لے آیا۔ امام صاحب نے یہ دیکھ کر فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا حلال زادہ نہیں ہے۔ لوگوں نے اس کی تحقیق کی تو امام صاحب کا فرمایا صحیح ثابت ہوا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ نے کس طرح جانا کہ یہ لڑکا حلال زادہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ حلال زادہ ہوتا تو حیا اس کو مانع ہوتی۔ یہ تھی آپ کی عقل و فراست۔

(۳۷) منقول ہے کہ خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ خواب میں ملک الموت کو دیکھا اور اس سے یہ سوال کیا کہ میری عمر کتنی باقی ہے۔ ملک الموت نے پانچوں انگلیوں سے اشارہ کیا۔ خلیفہ منصور جب خواب سے بیدار ہوا تو علمائے وقت کو تعبیر کے لئے بُلایا۔ علماء نے اس کی تعبیر بیان کی، مگر خلیفہ کو کسی کی تعبیر سے اطمینان نہ ہوا۔ آخر کار امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر تعبیر دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ملک الموت نے جو پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا اس کی تعبیر یہ ہے کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ امام صاحب کی اس تعبیر سے خلیفہ کو اطمینان ہوا اور بہت خوش ہوا۔

(۳۸) منقول ہے ایک دہریہ خلیفہ ہارون رشید کے پاس آیا۔ دہریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم قدیم ہے۔ اس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے اور دُنیا ہمیشہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس میں کچھ تغیر نہیں ہوا ہے۔ یہ قول عند الشرع سراسر کفر ہے۔ اس دہریہ نے ہارون رشید سے کہا اے امیر المومنین آپ کے زمانہ کے کل علماء مثلاً امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بصری وغیرہ کہتے ہیں کہ دنیا کا ایک پیدا کرنے والا ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ آپ کے علماء میں جو سب سے بڑے فاضل

رہوں اُن کو اپنے پاس بُلائیے ۔ میں ان سے مناظرہ کروں گا اور یہ ثابت کر دوں گا کہ دنیا و آسمان و زمین کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے ۔ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت امام ابو حنیفہ کے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور یہ کہلایا کہ اے امام المسلمین ہمارے پاس ایک دہریہ آیا ہے وہ آپ کو مناظرہ کے لئے بلاتا ہے ۔ امام اعظم صاحب نے اس شخص سے کہا کہ تو جا میں ظہر کے بعد آؤں گا ۔ قاصد نے آکر یہ خبر خلیفہ کو پہنچا دیا ۔ خلیفہ نے دوبارہ اس آدمی کو بھیجا کہ جلد بلا لاؤ ۔ امام صاحب اس کے بعد خلیفہ ہارون رشید کے پاس تشریف لائے ۔ خلیفہ نے آپ کا استقبال کیا اور صدر مقام پر بٹھلایا اور تمام علمائے اکابر اور اعیان کو جمع کیا ۔ دہریہ نے امام صاحب سے کہا اے ابو حنیفہ آپ نے آنے میں اتنی دیر کیوں کی ۔ آپ نے فرمایا اس وقت ایک عجیب بات درپیش ہوئی اسی کے سبب سے مجھکو آنے میں دیر ہوئی ۔ دہریہ نے پوچھا کیا بات پیش ہوئی ۔ امام صاحب نے کہا میرا گھر دریائے دجلہ کے پار ہے ۔ میں جب گھر سے چلا اور دریائے دجلہ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک پرانی شکستہ کشتی دریا میں پڑی ہوئی ہے اور تمام تختے اس کے الگ الگ ہو گئے ہیں ۔ جب میری نگاہ اس پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ تمام تختوں نے حرکت کی اور سب کے سب

آپس میں مل گئے اور کشتی تیار ہو گئی۔ نہ بڑھئی کی ضرورت پڑی اور نہ کسی بنانے والے کی۔ پھر میں اس سوار ہو کر پار اُترا اور یہاں آیا۔ دہریہ نے کہا اے لوگو! سنو تمہارے امام صاحب سب سے افضل ہیں۔ یہ کیسا صریح جھوٹ بول رہے ہیں۔ آج تک کوئی ٹوٹی ہوئی کشتی بغیر بڑھئی کے بنی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اے کافر مطلق جب کشتی بغیر بنانے والے کے نہیں بن سکتی تو پھر اتنا بڑا عالم اتنی بڑی دنیا بغیر بنانے والے کے کیونکر بن گئی۔ اور تو اس کا کیسے انکار کرتا ہے۔ پھر اسی وقت اس کی گردن مارنے کا حکم ہوا اور قتل کیا گیا۔

(۳۹) اخبار العباد میں منقول ہے کہ امام صاحب مسجد میں بیٹھے تھے کہ خارجیوں کی ایک جماعت تلواروں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئی اور یہ کہا کہ ہم دو باتیں دریافت کرتے ہیں۔ اگر جواب نہ دو گے تو قتل کر دیں گے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ کیا دریافت کرتے ہو دریافت کرو۔ اس نے کہا کہ دو جنازے دروازے پر آئے۔ ایک جنازہ شرابی کا ہے جو نشہ کی حالت میں مرا اور دوسرا جنازہ زانیہ کا ہے جو بچہ جنتے وقت مری۔ یعنی دونوں کو حرام موت ہوئی۔ توبہ نصیب نہ ہوئی اور خارجیوں کا مذہب ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ خارجیوں کا

خیال تھا کہ ان دونوں کو امام صاحب مومن کہیں گے جیسا کہ ان کا مذہب ہے اور یہ کہنے پر ہم ان کو قتل کر دیں گے۔ امام صاحب چونکہ بہت عاقل تھے آپ نے پوچھا کہ یہ دونوں مردے کس قوم کے ہیں۔ کیا یہود میں سے ہیں۔ وہ بولے نہیں پھر آپ نے فرمایا کیا نصاریٰ میں سے ہیں۔ کہا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ کیا مجوس میں سے ہیں۔ کہا کہ نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا بُت پرست میں سے ہیں۔ کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر کون ہیں۔ وہ بولے کہ مُسلمان ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کا جواب خود ہی دے دیا۔ امام صاحب کے یہ جواب باصواب کو سن کر وہ خارجی اپنے باطل مذہب سے تائب ہو گیا اور حنفی مذہب کو قبول کر لیا۔

نوٹ:۔ اس قسم کے مسائل امام صاحب سے بے شمار منقول ہیں۔

آپ کی وفات

تمام اصحاب تواریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال سنہ ۱۵۰ھ ہجری میں دوسری شعبان کو شب

برس کی عمر میں ہوا اور حضرت حماد کے سوا کوئی اولاد نہیں چھوڑی یہی ایک آپ کے لڑکے تھے۔

خلیفہ منصور نے آپ کو قید خانہ میں نظر بند کر دیا تھا، چونکہ آپ نے عہدۂ قضا کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ ایک عرصہ تک آپ قید خانہ میں رہے اور خلیفہ منصور نے بہت تکلیف دی اور آخری تدبیر یہ کی کہ بے خبری میں آپ کو زہر دلوا دیا۔ جب آپ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں قضا کی۔ آپ کے انتقال کی خبر بہت جلد پورے شہر میں پھیل گئی۔ اور سارا بغداد ٹوٹ پڑا۔ آپ کو حسن بن عمارہ بغداد کے قاضی نے غسل دیا اور ابو رجا عبد اللہ بن واقد ہروی پانی ڈالتے تھے۔ جب قاضی صاحب غسل سے فارغ ہوئے تو بولے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ واللہ تم سب سے بڑے فقیہ سب سے بڑے عابد و زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں موجود تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو نا امید کر دیا۔ غسل ہوتے ہی لوگوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ پہلی جماعت میں تقریباً پچاس ہزار آدمی شریک تھے۔ اس طرح چھ مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور چھٹی مرتبہ آپ کے صاحب زادے حضرت حماد نے پڑھی اور عصر کے قریب آپ کو قبر میں لٹایا گیا۔ امام صاحب نے وصیت کی تھی مقبرہ خیزران میں پورب جانب مجھ کو دفن کیا جائے۔ چونکہ وہاں کی زمین پاک و صاف ہے۔ غصب کی ہوئی نہیں ہے۔ امام صاحب نے اپنی زندگی میں قبر کی جگہ متعین کر لی تھی اور

قبر کی جگہ پر سات ہزار ختم قرآن مجید پڑھ کر اس کو اپنے لئے مانوس فرما چکے تھے، اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کی مقبولیت لوگوں میں اس درجہ تھی کہ مؤرخ خطیب نے لکھا ہے کہ دفن کے بعد بیس دن تک لوگ آپ کے جنازہ کی نماز قبر پر جاکر پڑھتے رہے۔

آپ کے وصال کی خبر پاکر بڑے بڑے فقہا و محدثین نے افسوس کا اظہار کیا۔ حضرت ابن جریج فقیہ مکہ معظمہ نے کہا بہت بڑا عالم جاتا رہا۔ شعبہؒ بن حجاج امام صاحب کے استاد بصرہ کے امام کہا کوفہ اندھیرا ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے آپ کی قبر پر جاکر اور رو کر کہا اے ابوحنیفہ خدا تم پر رحم کرے۔ ابراہیم نے انتقال کیا تو اپنا جانشیں چھوڑا۔ حمادؒ نے انتقال کیا تو اپنا جانشیں چھوڑا۔ افسوس تم نے تمام دنیا میں کسی کو جانشیں نہیں چھوڑا۔ حضرت شعبہؒ نے آپ کے انتقال کی خبر سن کر کہا۔ علم کا نور کوفہ سے بجھ گیا۔ اب ایسا شخص کبھی پیدا نہ ہوگا۔

امام صاحب کا مزار ایک مدت تک بوسہ گاہ خلائق رہا اور آج بھی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد سلطان ابوسعید مستوفی خوارزمی نے آپ کی قبر مبارک پر ایک نہایت شاندار قبہ بنوا دیا اور اس کے ایک جانب مدرسہ جاری کر دیا۔ بغداد میں یہ سب سے پہلا مدرسہ تھا۔ سلطان ناصرالدین قاچار نے

اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے فاتحہ پڑھی اور نذر چڑھائی۔

مسلمانو! یہ علم کی شان ہے۔ علم کی بدولت کوفہ کے ایک پارچہ فروش (امام اعظم) نے یہ مرتبہ حاصل کیا کہ بارہ سو برس بعد بھی آج ان کے مزار پر بڑے بڑے شاہنشاہوں کے سر جھکے ہیں۔

تمت

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

سن تالیف ۱۳۷۶ھ ماہ شوال المکرم

قطعہ تاریخ

(از مولانا سید علی حسن صاحب رونق استھانوی مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف (پٹنہ)

خوب لکھے ہیں مفتی اعظم نے — یہ مناقب امام اعظمؒ کے
حاجی عبد المتین فاضل نے — بھر بن کر جو علم کے چمکے
لکھی اس میں ہے ان کی سب سیرت — گذرے جو ہیں امام عالم کے
یعنی وہ بوحنیفہ مہر دیں — جن کے جوہر سے ذرے بھی چمکے
نور سے علم و فن کے اُن کے ہاں — چاند تارے ہزاروں بن دمکے
ان کے عشاق کے دلوں کے زخم — کام لیں اس سے اب وہ مرہم کے

مانگے رونق اگر کوئی تحفہ
دوں مناقب امام اعظمؒ کے
۱۳ ۷۶ ھ